ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

بانی:
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور



مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

فی شمارہ ۴۰ پیسے

جلد ۱۹ شمارہ ۱۴-۱۵
۳۱ اگست، ۷ ستمبر ۷۲ء
یکم اور ۸ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

شیرانوالہ دروازہ لاہور —— فون نمبر ۷۵۴۵

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں

عَنْ اَیْفَعَ بْنِ عَبْدِ الْکَلَاعِیِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ سُوْرَۃِ الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ؟ قَالَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ قَالَ فَاَیُّ اٰیَۃٍ فِی الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ؟ قَالَ اٰیَۃُ الْکُرْسِیِّ "اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ"۔ قَالَ فَاَیُّ اٰیَۃٍ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ تُحِبُّ اَنْ تُصِیْبَکَ وَاُمَّتَکَ؟ قَالَ خَاتِمَۃُ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فَاِنَّھَا مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ تَحْتِ عَرْشِہٖ اَعْطَاھَا ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ لَمْ تَتْرُکْ خَیْرًا مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْہِ۔ (رواہ الدارمی مرسلاً)

ترجمہ: ایفع بن عبد الکلاعی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! قرآن کی کون سی سورۃ سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ آپ نے فرمایا "قل ھو اللہ احد" اس نے عرض کیا اور آیتوں میں کون سی آیت زیادہ عظمت والی ہے؟ فرمایا آیت الکرسی اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم اس نے عرض کیا کہ اور آیتوں میں سے کون سی آیت ہے جس کے بارے میں آپ کی خاص طور سے خواہش ہے کہ اس کا فائدہ اور اس کی برکات آپ کو اور آپ کی امت کو پہنچیں؟ آپ نے فرمایا۔ سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں۔ (آمن الرسول سے ختم سورۃ تک) پھر آپ نے فرمایا۔ یہ آیتیں اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ان خاص الخاص خزانوں میں سے ہیں جو اس کے عرش عظیم کے تحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات رحمت اس امت کو عطا فرمائی ہیں۔ یہ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی اور خیر کو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں

تشریح قل ھو اللہ احد اور آیۃ الکرسی کی عظمت اور امتیاز کے ذکر کے بعد سورۃ بقرہ کی آخری آیات کے متعلق جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص رحمت کے خزانوں میں سے ہیں۔ ان آیات کے شروع میں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ سے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ تک ایمان کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ اس کے بعد سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا میں اسلام اور اطاعت و فرمانبرداری کا عہد لیا گیا ہے۔ اس کے بعد غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ میں ان کوتاہیوں کی معافی اور مغفرت کی استدعا ہے جو ایمان اور عہد اطاعت کے بعد بھی ہم بندوں سے سرزد ہوتی ہیں۔ اس کے بعد لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا میں کمزور بندوں کو تسلی دی گئی ہے اور اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا بوجھ بندوں پر نہیں ڈالا جاتا اور کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا جاتا جو ان کی حد استطاعت سے باہر ہو۔ اس کے بعد رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا سے آخر سورۃ تک نہایت جامع دعا کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ بلاشبہ یہ آیتیں بجائے خود رحمت الٰہی کا خزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی قدرشناسی اور ان سے استفادہ کی توفیق بخشے۔

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ خَتَمَ سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ بِاٰیَتَیْنِ اُعْطِیْتُھُمَا مِنْ کَنْزِہِ الَّذِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَعَلَّمُوْھُنَّ وَعَلِّمُوْھُنَّ نِسَاءَکُمْ فَاِنَّھَا صَلٰوۃٌ وَّقُرْبَانٌ وَّدُعَاءٌ۔ (رواہ الدارمی مرسلاً)

ترجمہ: جبیر بن نفیر تابعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کو ایسی دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو اس نے اپنے خاص خزانے سے مجھے عطا فرمائی ہیں۔ جو اس کے عرش عظیم کے تحت ہے۔ تم لوگ ان کو سیکھو اور اپنی خواتین کو سکھاؤ۔ کیونکہ یہ آیتیں سراپا رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے تقرب کا خاص وسیلہ ہیں اور ان میں بڑی جامع دعا ہے۔ (مسند دارمی)

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاٰیَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ مَنْ قَرَاَ بِھِمَا فِیْ لَیْلَۃٍ کَفَتَاہُ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں جو کوئی کسی رات میں ان کو پڑھے گا وہ اس کے لیے کافی ہونگی۔

تشریح حدیث کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ جو شخص رات کو بقرہ کی یہ آخری آیتیں پڑھ لے گا وہ انشاء اللہ ہر شر سے محفوظ رہے گا۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص تہجد میں صرف یہ آیتیں پڑھ لے تو اس کے لیے اتنا ہی کافی ہوگا۔ واللہ اعلم

سورۃ آل عمران کی آخری آیات

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ مَنْ قَرَاَ اٰخِرَ اٰلِ عِمْرَانَ فِیْ لَیْلَۃٍ کُتِبَ لَہٗ قِیَامُ لَیْلَۃٍ۔ (رواہ الدارمی)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص کسی رات کو آل عمران کی آخری آیات پڑھے گا۔ اس کے لیے پوری رات کی نماز کا ثواب لکھا جائے گا۔

تشریح "آخر آل عمران" سے مراد اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے ختم سورۃ تک کی آیات ہیں۔ صحیح روایات میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو سب سے پہلے (وضو کرنے سے بھی پہلے) یہی آیات پڑھتے تھے۔ آل عمران کا آخری رکوع بھی سورہ بقرہ کے آخری رکوع کی طرح نہایت جامع دعا پر مشتمل ہے اور غالباً اس رکوع کی خاص فضیلت کا راز ان دعائیہ آیات ہی میں مضمر ہے۔ کائنات کی تخلیق میں تفکر کرنے والے اور ہر حال میں اللہ کو یاد کرنے والے بندوں کی زبان سے یہ جامع دعا سورہ آل عمران کے اس آخری رکوع میں یوں بیان فرمائی گئی ہے

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رَبَّنَا اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَہٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ کارخانۂ ہستی بے مقصد نہیں پیدا کیا تو اس بات سے پاک اور مقدس ہے کہ کوئی عبث کام کرے (یقیناً اس دنیوی زندگی کے بعد جزا برحق ہے) سو تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا بے شک تو نے اس کو رسوا کیا اور ایسے ظالموں کا کوئی بھی حمایتی اور مددگار نہیں ہوگا۔ اے

(باقی صفحہ)



۳۱ اگست - ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء
یکم - ۸ شعبان ۱۳۹۳ھ

جلد ۱۹ شمارہ ۱۴/۱۵

مندرجات

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
مدیر
مجاہد الحسینی

کیا شیخ مجیب الرحمٰن ہندو ہیں؟

روزنامہ مساوات ۱۸ اگست کے صفحہ ۳ پر ایک رباعی کا عنوان ہے "شیخ مجیب رام" ہم نے پہلی مرتبہ شیخ مجیب الرحمٰن کی بجائے یہ ہندوانہ نام لکھا ہوا دیکھا۔

قبل ازیں ۱۹۴۸ء میں جب تحریک آزادی کشمیر خوب زوروں پر تھی اور مقبوضہ کشمیر کی سیاسی قیادت شیخ عبداللہ کے ہاتھوں میں تھی ان دنوں پاکستان کے بعض اخبارات شیخ محمد عبداللہ کو "شیخ عبدالپلید" لکھا کرتے تھے۔

ان دنوں بھی ہم نے اس انداز تحریر کی زبردست مخالفت کی تھی کہ ہمارا شیخ عبداللہ کے ساتھ اسلام اور کفر کا اختلاف نہیں، سیاسی فکر و نظر کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف کسی مرحلہ پر ختم بھی ہو سکتا ہے۔

چنانچہ یہی ہوا کہ شیخ محمد عبداللہ بالآخر پاکستانی موقف کے مؤید ہو گئے اور انہوں نے جب پاکستان کا دورہ کیا تو ہمارے انہی اخبارات و رسائل نے انہیں مجاہدِ اعظم اور اسلام کا عظیم فرزند قرار دیتے ہوئے ان کے خیر مقدمی ضخیم نمبر شائع کئے تھے۔

آج جو لوگ شیخ مجیب الرحمٰن سے محض سیاسی اختلاف کی بنا پر انہیں شیخ "مجیب رام" لکھ رہے ہیں انشاء اللہ ایسا وقت ضرور آئے گا کہ یہی لوگ کسی مرحلہ میں انہیں بھی اسلام کا عظیم فرزند قرار دیں گے اور اھلاً و سہلاً کہتے ہوئے ضخیم نمبر شائع کریں گے۔

ہم نے مشرقی پاکستان سے قطع تعلق نہیں کر لیا ہے۔ ہمارے دلوں میں مسلم بنگال (مشرقی پاکستان) کے باشندوں کی محبت و اخوت بے اندازہ موجود ہے۔ شیخ مجیب الرحمٰن سے اگرچہ ہمیں سخت اختلاف ہے لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ سیاسی اختلاف کی بنا پر شیخ مجیب الرحمٰن نے اسلام کو بھی العیاذ باللہ ترک کر کے ارتداد اختیار کر لیا ہے اور انہوں نے مجیب الرحمٰن کی بجائے اپنا نام "مجیب رام" رکھ لیا ہے کسی پاکستانی اخبار کا یہ انداز تحریر مسلمان بنگالیوں کے دلوں میں نفرت اور اشتعال پیدا کرنے کا موجب ہوگا، اور یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ مغربی پاکستان کے لوگ تو مشرقی پاکستان کی مسلم قیادت کو کافر قرار دے رہے ہیں مسلمانوں کو ہندو یا غیر مسلم کہہ کر پکارنا اسلامی احکام کی رو سے ویسے بھی گناہ کبیرہ اور کلماتِ کفر ہیں۔ ان سے دامن بچا کے رکھنا چاہیئے اور سیاسی اعتبار سے بھی یہ انداز فکر اور طرز تحریر درست نہیں کہ جس طرح شیخ محمد عبداللہ کو عبدالپلید کہنے اور لکھنے والوں نے چند برس کے بعد عظیم فرزندِ اسلام کی حیثیت سے انکا خیر مقدم کیا تھا اور ان کی اسلامی خدمات اور پاکستانی موقف کی تائید و حمایت کرنے کے اعتراف میں ضخیم نمبر شائع کیے تھے۔ شاید کل اسی طرح شیخ مجیب الرحمٰن کو اسلام کا بطلِ جلیل پاکستان کا ہیرو، ملت اسلامیہ کا فرزند ارجمند قرار دے کر اس کے بھی خیر مقدمی ضخیم نمبر شائع کرنے کی ضرورت پیش آ جائے اس لیے پاکستانی اخبارات کو چاہیئے کہ براہ کرم شیخ مجیب الرحمٰن کو مسلمان ہی رہنے دیں۔ "مجیب رام" لکھ کر مسلم بنگالیوں کی دل آزاری کا سامان فراہم نہ کریں۔ پھر آج جب کہ پاکستان اور بھارت کے اعلیٰ سطحی نمائندوں کے مابین طویل مذاکرات کے بعد دہلی میں ایک سمجھوتہ طے پا گیا ہے جس کے مطابق بنگلہ دیش اور ہندوستان گزشتہ بیس ماہ سے ہندوستان میں رکے ہوئے نوے ہزار جنگی قیدیوں اور سول نظر بندوں کو واپس پاکستان بھیجنے پر رضامند ہو گئے ہیں ٹرانسپورٹ کے انتظامات مکمل ہونے کے بعد ان کی واپسی شروع ہو جائے گی۔ نیز پاکستان میں رکے ہوئے بنگالیوں

سیلاب زدگان کی بھرپور مدد کیجئے

قیامت خیز سیلاب کے باعث ملکی عوام جس قسم کے عذاب الٰہی میں گرفتار ہیں، محتاج بیان نہیں ہزاروں مرد عورتیں اور بچے پانی کی تند تیز لہروں کی نذر ہو گئے۔ لاکھوں انسانوں کا گھر بار اجڑ گیا بڑے بڑے دیہاتوں کا نام و نشاں مٹ گیا۔ فصلیں اور اناج ویران ہو گئے ہر طرف قیامت صغریٰ کا منظر دکھائی دیتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے گویا پورا ملک عذاب الٰہی کی مضبوط گرفت میں ہے ۔۔۔ ایسے ہولناک حالات میں ہمارا ملی اور اخلاقی فرض ہے کہ ۱۔ اپنے تمام گناہوں، خطاؤں اور کوتاہیوں سے خلوص نیت کے ساتھ توبہ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔ اور عذاب سے نجات حاصل ہو جائے۔ ۲۔ یہ کہ ہم اپنے مصیبت زدہ اور نہایت کسمپرسی کی حالت میں زندگی کے تلخ ایام گذارنے والوں کی ہر ممکن امداد کر کے ان کے لیے راحتیں اور آسائشیں مہیا کریں اور ان کی تکلیفوں اور دکھوں کا مداوا کریں۔ لہٰذا:۔ ان تمام مخیر حضرات اور اہل ثروت سے میری پر زور اپیل ہے کہ وہ سیلاب کی ہلاکت خیزی کے باعث اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی دل کھول کر مدد کریں اور خوراک، پوشاک اور دیگر تمام ضروریات زندگی فراہم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔

دعاگو

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

امیر انجمن خدام الدین لاہور - امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو باتیں

ایک دیکھ چکا ہوں

دوسری کا انتظار

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو باتیں فرمائی تھیں، جن میں سے ایک دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا منتظر ہوں۔ ایک بات تو آپ نے ہمیں یہ بتائی تھی کہ بیشک انسانوں کے دلوں کی گہرائیوں میں امانت داری اتار دی گئی پھر اس کی تفصیلات کو لوگ قرآن سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے سیکھ گئے (اس کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں)، دوسری بات آپ نے امانت کے اُٹھ جانے کے بارے میں بتائی اور ارشاد فرمایا کہ انسان ایک بار سوئے گا تو اس کے دل سے امانت اٹھالی جائے گی۔ اور بجائے (اصل امانت کے) فقط ایک نکتہ سا رہ جائے گا۔ پھر دوبارہ سوئے گا، تو باقی امانت بھی اٹھالی جائے گی اور اس کا اثر نقطہ کی طرح بھی نہ رہے گا۔ بلکہ پھٹیٹ کی طرح رہ جائے گا۔

پھر ارشاد فرمایا۔ کہ لوگ آپس میں معاملات کریں گے تو کوئی امانت ادا کرنے والا نہ ملے گا اور یہ تذکرے ہوا کریں گے کہ فلاں قبیلہ میں فلاں شخص امانت دار ہے (یعنی تلاش کرنے سے بمشکل کوئی امانت دار ملے گا) اور عام انسانوں کی تعریف میں یوں کہا جائے گا کہ فلاں شخص بڑا ہی عقلمند اور بڑا ہی ظریف اور بڑا ہی قوی ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

یعنی ایمانداری کی نہیں بلکہ چال بازی کی تعریف ہوا کرے گی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امانت داری کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور امانت ختم ہوجانے کا دور آنے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مگر ہماری آنکھیں آج اس دوسرے زمانہ کو دیکھ رہی ہیں۔ کہ امانت عنقا ہوگئی ہے۔ انسانوں کی عام زندگی کا رخ اس طرف مڑ گیا کہ جہاں تک ہوسکے دوسرے سے لو اور جس طرح بھی ہو اس کا حق نہ دو۔ اگر کوئی حق اپنا بھول جائے تو بہت غنیمت سمجھا جاتا ہے اور اسے حق یاد دلانے اور ادا کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ واضح رہے کہ امانت داری کا صرف مال ہی سے تعلق نہیں بلکہ ہر وہ حق جو ہمارے ذمے کسی کا ہو اس کی حق تلفی خیانت میں شامل ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں ہے کہ مجلسیں امانت کے ساتھ ہوتی ہیں۔ (یعنی مجلس کی بات نقل کرنا امانت داری کے خلاف ہے) نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص بات کرے اور اسے چھپانے کے لیے ادھر ادھر دیکھتا ہو (کہ کوئی سن تو نہیں رہا) تو وہ بات امانت ہے اور فرمایا کہ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے اور فرمایا کہ یہ بڑی خیانت ہے کہ تمہارا بھائی

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

خدام الدین کی ترسیل کا مسئلہ

ملک میں قیامت خیز سیلاب کے باعث مواصلات کا نظام درہم برہم ہونے کے ساتھ بڑے دیہات اور قصبات کا نام و نشاں مٹ گیا ہے کئی شہروں کی بستیاں تباہ و برباد ہوگئی ہیں ایسے المناک حالات میں خدام الدین کی ترسیل مشکل ہے اس لیے ادارے نے فیصلہ کیا ہے کہ دو شمارے اکٹھے شائع کیے جائیں تاکہ آئندہ شمارہ تک حالات درست ہونے پر ہفتہ وار اشاعت کی باقاعدہ ترسیل جاری کر دی جائے اس لیے جن شہروں قصبات اور دیہات میں سیلاب نے زبردست تباہی مچائی ہے وہاں چونکہ افراتفری کا عالم ہے اس لیے ان مقامات پر خدام الدین کی ترسیل بند کی گئی ہے۔ انشاء اللہ آئندہ شمارہ سے ان مقامات کی ترسیل باقاعدہ شروع کر دی جائے گی۔ قارئین اور ایجنٹ حضرات مطلع رہیں۔

(ادارہ)

یہ دور!

جس دور نے الحاد کی توقیر بڑھائی
جس دور نے اسلام کی تقدیس گھٹائی
جس دور نے پامال کئے منبر و محراب
جس دور نے اسلاف کی ہر رسم بھلائی
جس دور نے پابند کیا اہلِ وفا کو
جس دور نے کم ظرفوں کو بخشی ہے خدائی
جس دور میں نایاب ہوئی نانِ جویں بھی
مزدور نے محنت کے عوض موت ہی پائی
جس دور نے دونیم کیا ارضِ وطن کو
جس دور نے آزادی کی ہر شمع بجھائی
جس دور نے دو صوبوں کے جمہور کو کچلا
جس دور میں سیلاب نے اک دھوم مچائی
جس دور نے منصور کو مصلوب کیا ہے
"جس دور میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اُس دور کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی ہے"

منصور فاطمی
لائلپور

اجتماع
جمعۃ المبارک
۱۷ راگست ۱۹۷۳ء

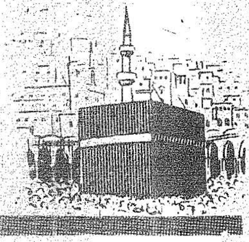
مرتب
عبدالرشید انصاری

محنت اور جدو جہد سے ہی مصائب و مشکلات سے نجات ملے گی !!

صرف تقریروں اور بیانات سے ”نئے پاکستان“ کی تعمیر نہیں ہو سکتی

کامیابی اور رضائے الٰہی کے لیے ”آزمائش“ کے مرحلہ سے گزرنا پڑے گا

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم کا خطاب





الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی : اما بعد :

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ لا قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ (البقرہ آیت ۱۵۵/۱۵۶)

ترجمہ: اور ہم تمہیں کچھ بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اسلام دنیا کے سب ادیان و مذاہب میں ایسا عظیم الشان واحد مذہب اور دین ہے جو صداقت و سچائی کا مجموعہ، ایثار و قربانی کا داعی، خدا و رسولؐ کے احکامات و ارشادات پر عمل کرنے کا راستہ اور دنیا و آخرت کے دونوں جہانوں میں کامیابی کا ضامن ہے۔ اسلام نے زندگی کے ہر مرحلے پر انسان کی صحیح سمت پر رہنمائی کی ہے۔ اور اپنے ہر ماننے والے کے لیے وہ تمام باتیں اور اصول و قوانین کھول کھول کر بیان کر دیے ہیں جن پر کاربند ہو کر وہ اللہ تعالےٰ اور اس کے محبوب پیغمبرؐ کی رضا و خوشنودی بھی حاصل کر سکتا ہے اور مخلوقِ خداوندی اور دین و ملت کے لیے ایک مخلص خادم اور معاشرے کے لیے ایک مفید عنصر بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو یہ عقیدہ دیا ہے کہ دین کے کسی خاص حکم پر کاربند ہونے اور دین کی عزت و ناموس کے تحفظ و دفاع کے لیے جان کی بازی لگا دینا حق و صداقت کی راہ میں مصیبتیں جھیلنا اور ثابت قدم رہنا، مفلسوں، غریبوں محتاجوں اور معذور و بے سہارا لوگوں کے دکھ درد میں کام آنا، کسی مظلوم کی بھلائی کے لیے اس کی مشکلات اور پریشانیوں کو اپنے ذمہ لے لینا اور ان کے خاتمہ کے لیے بغیر کسی دنیاوی معاوضہ و بدلہ کے خود کوشش کرنا اور ایسے ہی دوسرے مخلصانہ اعمال انجام دینا خدا اور رسولؐ پر ایمان کامل اور آخرت پر پختہ یقین کے تقاضے ہیں۔ ان تقاضوں کو پورا کرنا ہر اس شخص کا ایمانی فریضہ اوّلین ہے جو اسلام کا کلمہ پڑھتا ہے۔ خدا تعالےٰ اور رسولؐ سے محبت کا دعوےٰ کرتا ہے اور اعمال کو بے نتیجہ نہیں سمجھتا بلکہ آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے۔

دنیا میں دنیاوی علوم و فنون سے واقفیت حاصل کرنے والوں کو امتحان کے مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے اور جس کورس اور کلاس کا سرٹیفکیٹ لینا ہو اسی کا انہیں امتحان بھی دینا پڑتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی نوجوان پانچویں جماعت کا امتحان دے کر میٹرک کی سند حاصل کرے۔ بلکہ جو کتابیں دسویں جماعت میں پڑھائی جاتی ہیں۔ انہی کا امتحان دے کر کامیابی حاصل کریگا تو میٹرک کی سند ملے گی اور ایم اے یا بی اے کی سند کے لیے ایم اے اور بی اے کا ہی امتحان دینا پڑے گا۔ ظاہر بات ہے کہ ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے جو محنت کی جاتی ہے وہ میٹرک کے طالب علم کو نہیں کرنا پڑتی۔ ایسے ہی دنیا کے دوسرے کاموں میں محنت کا تناسب قائم ہے۔ مثلاً اچھی فصل حاصل کرنے کے لیے زمین میں ہل چلانا، اچھا بیج ڈالنا اور بروقت ضرورت کے مطابق پانی دینا پڑتا ہے اور ایک ماہر طبیب کو مختلف جڑی بوٹیوں، ان کے اثرات اور انسان کے جسمانی عمل سے واقف ہونے کے لیے انتھک محنت اور جدو جہد کرنا پڑتی ہے۔ جتنا اونچا کام ہوگا اس کے لیے اتنی زیادہ محنت کرنا ہوگی اور جتنی عمدہ چیز خریدنی ہو اس کے لیے اتنی زیادہ محنت کرنا ہوگی اور جتنی عمدہ چیز خریدنی ہو اس کے لیے اتنے ہی کثیر دام ادا کرنا ہوں گے۔ چنانچہ آج ہمیں جن ذاتی، اجتماعی مشکلات کا سامنا ہے ان سے نجات کے لیے بھی محنت درکار ہے۔ بھوک، افلاس، تباہی و بربادی، بے روزگاری اور رشوت و چور بازاری سے ملک کو اس وقت تک پاک نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ قوم کا ہر فرد اپنے فرائض کو نہ پہچانے اور اپنی ذمہ داریاں پوری طرح ادا نہ کرے۔ محض تقریروں، بیانات اور وعدوں سے نئے پاکستان کی تعمیر نہیں ہو سکتی۔ جد و جہد اور ”عمل“ کے بغیر کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی انجام نہیں پا سکتا۔

اسلام خدا تعالےٰ کی ایک عظیم نعمت ہے اس پر کاربند رہنے اور نصاب کی تکمیل کے بعد مومن کو رضائے الٰہی کی سند عطا کی جاتی ہے۔ لیکن یہاں بھی آزمائش اور امتحانات کے کٹھن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس امتحان میں کبھی جزائر انڈیمان و مالٹا میں برس ہا برس تک قید رہنا پڑتا ہے تو کبھی ظالم و جابر بادشاہوں کے جلادوں سے دُرّے کھانے پڑتے ہیں، کبھی لوگوں کے تمسخر اور مخالفت کے خوفناک طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور کبھی بالاکوٹ کی سنگلاخ وادیاں اپنے خون سے لالہ زار بنا کر میدان کرب و بلا کی یاد تازہ کرنی پڑتی اور کبھی برسر اقتدار لوگوں کے جبر و تشدد کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ کبھی اپنوں کی بے وفائی اور غداری کا کاری زخم سہنا پڑتا ہے لیکن یہ یاد رکھیے کہ جو مومن جس قدر مشکل امتحان سے گزرے گا اسے اتنا ہی قربِ الٰہی نصیب ہوگا اور اسی قدر انعامات سے نوازا جائے گا۔

دراصل بات یہ ہے کہ کسوٹی پر پرکھے بغیر سونے کو سونا تسلیم نہیں کیا جاتا اور حق و صداقت کی راہ میں صبر اور ثابت قدمی کے بغیر ایمان کا دعوےٰ نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام کی سربلندی کے لیے حق و صداقت کی بالادستی قائم کرنے کے لیے معصیت اور ظلم و ناانصافی کے خاتمہ کے لیے جب بھی کوئی قدم اٹھے گا تو مصائب و مشکلات اور حوصلہ شکن حالات کا سامنا پڑے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ لوگوں کی مفاد پرستی اور حکمرانوں کی دھاندلی کے خلاف آپ بات کریں اور وہ آپ پر پھول

برسائیں نہیں ان کے پتھر کھانے پڑیں گے۔ بلکہ سچائی اور اعلائے کلمۃ الحق کی راہ میں مال وجائداد اور ذرائع معیشت کی تباہی یا بھوک و افلاس کے ساتھ بسا اوقات باطل قوتوں کی سفاکی و استبداد کا خوف بھی حق پر قائم رہنے کے عزم کو متزلزل کرنے کی کوشش کرے گا۔ واقعات گواہ ہیں کہ آزمائش کے نازک مرحلہ پر بڑے بڑے جغادری قسم کے مدعیان زہد و ورع بھی ڈول جاتے ہیں اور اعلائے کلمۃ الحق کے بجائے کتمانِ حق کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

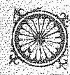
حالانکہ جب خدا و رسولؐ کے احکام وارشادات کی حقانیت پر یقین ہو تو اس یقین و ایمان کا کسی

چاہت ورائے کو درمیان میں نہ لائیں اور صبر آزما سفر کے بعد ہی گوہر مقصود حاصل ہو سکتا ہے ـــ

خصوصاً عصر حاضر میں جب کہ جہالت اور دین سے برگشتگی عام ہے، ہر طرف برائی کا دور دورہ ہے اور ناانصافی کی حکمرانی ہے۔ بڑے لوگ دھونس اور دھاندلی سے دوسروں کا حق چھین لیتے ہیں۔ ہر بڑی طاقت اپنے سے کمزوروں کی مجبوری کا مذاق اڑاتی ہے۔ دنیا کی ترقی یافتہ اور سربرآوردہ حکومتیں اپنے سرمایے اور ہتھیاروں کے دبدبہ سے مظلوم اقوام کا استحصال کرتی ہیں اور انہیں ان کے حقوق سے محروم کر دیتی ہیں یہاں تک کہ ان کی آزادی تک سلب کر لیتی ہیں۔ اس سلسلہ



سچائی کی راہ میں پھول نہیں برسیں گے، پتھر پڑیں گے



صورت میں بھی امتحان لیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم باغات، مال، اسباب اور جانوں کی قربانی لے کر تمہیں آزمائیں گے یا بھوک، تنگدستی اور دشمن کی طاقت وغیرہ کا خوف مسلط کر کے تمہارا امتحان لیا جائے گا۔ ایسے امتحانات میں ثابت قدم رہنے والوں اور دنیاوی مال وجاہ اور آرام وراحت کے پیچھے بھاگنے کے بجائے مصائب و مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنے والوں کے لیے ہماری رضا اور خوشنودی اور کامیابیوں کی بشارت سنا دو۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"قرب الٰہی کے لیے جس وقت قدم اٹھاؤ گے اور نصرت و اعانت کے لیے دروازۂ الٰہی پر ہاتھ پھیلاؤ گے تو امتحانات کی بھٹی میں ڈالے جاؤ گے۔ ان امتحانوں کی تفصیل اس آیت میں موجود ہے۔ جو لوگ امتحان میں کامیاب نکلیں گے انہیں بشارت دے دی گئی ہے۔

یعنی وہ ضرور منزلِ مقصود پر پہنچا دیے جائیں گے (یہ وہ ہیں) کہ جو لوگ مصیبت کے وقت کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے لیے ہیں اس کی طرف سے جو کچھ ہم پر نازل ہوا ہم اس پر راضی ہیں اور ہمیں اس کے ہاں جا کر تکلیف کا اجر ملنے والا ہے۔ اس قسم کے سچے اور برگزیدہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں گی"۔

امتحان اور آزمائش کا یہ ضابطہ تمام اہل حق کے لیے ابتدائے آفرینش سے متعین ہے اور تاقیامت باقی رہے گا۔ حق و صداقت کی علمبردار ہر جماعت کو ہر دور میں اس امتحان گاہ سے گزرنا پڑے گا کامیابی و سرخروئی انہی لوگوں کے لیے ہے جو جماعت حقہ سے وابستہ رہیں اور کسی خوف و لالچ یا اپنی ذاتی

میں کشمیر پر بھارتی سامراج کے شاطرانہ تسلط، فلسطین اور دوسرے عرب علاقوں پر امریکہ کی پشت پناہی سے اسرائیل کے جابرانہ قبضے اور بھارتی روسی گٹھ جوڑ سے مشرقی پاکستان کی پاکستان سے علیحدگی کی مثالیں دنیا کے سامنے ہیں۔ اس سے بڑی ناانصافی اور بین الاقوامی غنڈہ گردی اور کیا ہو سکتی ہے۔

آج کسی کا حق پر قائم رہنا، ظلم کی حمایت نہ کرنا، ظالم کے سامنے نہ جھکنا اور انصاف و سچائی کی سربلندی کے لیے برابر جدوجہد کرتے رہنا درحقیقت مصائب و مشکلات کو خود دعوت دینے کے مترادف اور خلاف مصلحت و حکمت عملی تصور کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ نیکی پر کاربند ہونا جتنا آج مشکل ہو گیا ہے پہلے کبھی نہ تھا لیکن نیکی جیسی عظیم نعمت کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے قانون اور ضابطے کے مطابق قربانی ضرور دینا پڑے گی۔ ایسا ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۤءُ وَالضَّرَّاۤءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝

(البقرہ - آیت ۲۱۴)

ترجمہ: کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ تمہیں وہ (حالات) پیش نہیں آئے جو ان لوگوں کو پیش آئے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور ہلا دیے گئے یہاں تک کہ رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب ہو گی سو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے"۔

یعنی اے مسلمانو! پہلوں کی طرح تمہیں بھی جنت میں پہنچنے کے لیے وہی راستہ اختیار کرنا پڑے گا جو تم سے پہلے دوسری امتوں کو اختیار کرنا پڑا تھا۔ اور یاد رکھو کہ اس راہ میں تم سے پہلوں کا یہ حال ہو چکا ہے کہ انہیں ماحول کی ہیبت ناک سختیوں اور تنگیوں نے اس قدر پریشان کیا کہ وہ لرز اٹھے۔ اور یوں بھی ہوتا رہا ہے کہ اہل ایمان اور پیغمبروں کے سامنے جب مخالفین کی ستم رانیوں سے نجات کا کوئی راستہ بھی باقی نہ رہا اور حق و صداقت کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر چکے تو پکار اٹھے مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (اے اللہ! تیری مدد کب آئے گی) جو لوگ امتحان آزمائش کی گھڑی میں پورے اترے انہیں پھر یہ خوشخبری سنائی گئی۔ کہ

"یہ اللہ کی امداد تمہارے ہی لیے ہے اور جلد تمہیں ملنے والی ہے"۔

اسلام کے تمام اصول و ضوابط اور احکام و قوانین اٹل اور غیر متبدل ہیں اس لیے داعیان حق کو آج بھی مصائب و مشکلات کی امتحان گاہ سے گزرنا ہے۔ انہیں نہ تو حوادث اور رکاوٹوں کا ہجوم دیکھ کر مایوسی کا شکار ہونا چاہیے اور نہ ہی اپنوں کی بے وفائی، فرار یا غداری سے بددل ہونا چاہیے۔ بلکہ یہ پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ راہ حق میں پیش آنے والی ہر تکلیف اور چھوٹی چھوٹی ناکامیاں دراصل ایک سب سے بڑی کامیابی کے حاصل ہونے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی منزل پر پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔ دنیا میں پریشانیاں اور مصیبتیں تو ہر شخص کو پیش آتی ہیں لیکن جن لوگوں کو مصیبت اور پریشانی راہ حق میں پیش آئے

ظلم، ناانصافی، جہالت اور دین سے برگشتگی کے اس دور میں نیکی پر کاربند رہنا جتنا آج مشکل ہو گیا ہے پہلے کبھی نہ تھا!

وہ خوش قسمت ہیں اور وہ صبر و استقامت سے اپنے رب کے ہاں بخشش اور رحمتوں کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

دعا فرمائیں کہ الٰہ العالمین ہمیں برائی سے بچنے اور نیکی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تمام زندگی اہل حق کے شانہ بشانہ جدوجہد کرنے ان کے ساتھ جینے، ان کے ساتھ مرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ اور آخرت میں انہی کے ساتھ اٹھائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اسلامی اور غیر اسلامی ممالک : ایک سفر کے تاثرات

اگر پرتگیزی زبان سے واقف علماء مل جائیں

تو حبشی قوم باآسانی اسلام قبول کر سکتی ہے

شیخ الحدیث
مولانا محمد یوسف بنوری

امسال بتوفیق اللہ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں دینی دعوت و تبلیغ کے کام اور طریق کار پر غور کرنے کا زیادہ موقع ملا۔ ...... اپریل ۱۹۷۳ء کے آخری عشرہ میں بمقام پیٹر میرس برگ (صوبہ نیٹال جنوبی افریقہ) میں تبلیغی اجتماع طے پایا تھا بعض مخلصین کی خواہش بلکہ اصرار پر بندہ نے بھی شمولیت کا وعدہ کر لیا تھا۔ گو اپنی معذوری اور مدرسہ کے علمی و انتظامی اشتغال کے پیش نظر [illegible] مشکل تھا لیکن بہرحال وعدہ کر چکا تھا اور کچھ احباب کا اصرار بھی بہت بڑھ گیا تھا۔ بلکہ میرے مخلص ترین احباب "آل میاں" کو جب خبر ہوئی تو ان کی خواہش ہوئی کہ پورے سفر کے انتظامات وہ خود کریں، چنانچہ ۱۳ اپریل کی صبح کو پی آئی اے سے براہ عدن نیروبی پہنچا ــــ اور نیروبی سے اولمپک ایرویز یونانی کمپنی کے ذریعے جوہانسبرگ پہنچ گیا۔ اور ۶ ہزار میل کا یہ طویل سفر چند گھنٹوں میں الحمد للہ بعافیت و آسانی طے ہو گیا۔ ایر پورٹ پر علماء کرام اور مخلصین و احباب نے خیر مقدم اور استقبال سے شرمندہ فرمایا۔ آل میاں کے علمی و دینی مرکز واٹرول کے "المعہد الاسلامی" میں قیام ہوا۔ جہاں ہر طرح کے آرام و راحت کے سامان تصور سے بالاتر مہیا تھے۔ اس وقت نہ سفرنامہ لکھنا مقصود ہے، نہ عادت ہے۔ تبلیغی مقصد کے پیش نظر یہ سفر کیا گیا تھا اس لیے دینی اور تبلیغی تاثرات ہی زیادہ تر سفر کا موضوع ہے۔ اور اسی میں وقت صرف ہوا تقریباً ایک ہفتہ تو صرف صوبہ نیٹال کے تبلیغی اجتماعات میں صرف ہوا، اور موضوع صرف یہی رہا کہ اگر مسلمان دنیا میں باعزت زندگی بسر کرنے کے آرزو مند ہیں، تو ان کو دین کے لیے قدم ضرور اٹھانا پڑے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت ــــ صحیح مسلم میں جو صحیح حدیث مروی ہے اس کی بہرحال تشریح ہوئی۔ فرمایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان اللہ یرفع بھذا الکتاب
اقواما ویضع بہ آخرین۔

حق تعالیٰ قرآن کریم پر عمل کرنے والوں کو اٹھاتا ہے اور عمل نہ کرنے والوں کو گراتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال تھی اس وقت حدیث شریف کی کافی و شافی تشریح اور بیان کا موقع ملا اور اس امر کی وضاحت کی کہ انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہے اس کے ذریعے حق تعالیٰ کے اسرار،

قدرت اور آثار حکمت ظاہر ہوتے ہیں۔ اور تکوینی مصالح کے لیے تو اس کا وجود ازبس ضروری ہے، چنانچہ اگر انسان دین الٰہی کے تابع ہو جائے تو تکوینی و تشریعی دونوں قسم کے مصالح و حکم کے ظہور کا ذریعہ بنتا ہے اور اگر یہی انسان صحیح مسلمان بن کر حق تعالیٰ کے کلام کی صورت کی حفاظت کرتا ہے تو خود اس کی صورت محفوظ ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس کے معنوں کی حفاظت بھی کرتا ہے یعنی اس پر عمل کر کے اسے محفوظ کرتا ہے تو حق تعالیٰ کا صحیح معنی میں "سفیر" ہوتا ہے اور سفیر اپنی حکومت کا صحیح نمائندہ ہوتا ہے لہٰذا اگر سفیر اپنی حکومت کا صحیح ترجمان اور صحیح نمائندہ بنتا ہے۔ تو

> **زکوٰۃ نومسلموں کی**
> **تربیت اور پرورش پر**
> **خرچ کرنے کا انتظام**
> **ازبس ضروری ہے،**

حکومت کے ذمہ بھی فرض ہوتا ہے کہ اس کی ہر طرح حفاظت کرے اسی لیے دنیا کے قانون میں سفیر کو نکالنا اس حکومت سے بغاوت کے مترادف سمجھا جاتا ہے اور عداوت و مخالفت کی دلیل ہے۔

غرض اس موضوع کی تشریح میں حق تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی۔ اور آخرت و دنیا کی نعمتوں کا تفصیلی موازنہ کیا اور وما متاع الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل کی خوب خوب توضیح ہوئی۔ حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ خلاف توقع اس کا اثر اچھا ہوا اور کافی تبلیغ کے قافلے دنیا کے گوشے گوشے کے لیے تیار ہو گئے۔

اس کے بعد مختلف مقامات پر جزوی بیانات ہوئے پھر پرتگالی مقبوضہ افریقہ "موزمبیق" کے دار الخلافہ "لورنس مارکس" جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں بھی احباب مخلصین کے ذریعہ متعدد بیانات ہوئے اور ان ممالک میں تبلیغی کاموں کا جائزہ لیا گیا اور محسوس ہوا کہ اگر کوئی مخلص عالم پرتگیزی زبان جاننے والا اس سرزمین میں کام کرے تو وہاں کی حبشی قومیں بہت آسانی سے اسلام قبول کر سکتی ہیں، چنانچہ معلوم ہوا کہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ایک فارغ التحصیل عالم کے ہاتھ پر ایک ہزار سے زاید حبشی مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس موقعہ پر قرآن کریم میں صدقات و زکوٰۃ کے مستحقین یا جن لوگوں پر خرچ کیے جائیں۔ کے اقسام میں ایک قسم "والمؤلفۃ قلوبھم" کی اہمیت محسوس ہوئی کہ آج بھی ایسی صورت موجود ہے کہ اگر مسلمان ان نومسلموں کی پرورش پر زکوٰۃ کے اموال ہی خرچ کریں تو ہزاروں ہزار مفلس حبشی حلقہ اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں۔

بہرحال محسوس ہوا کہ جن بلاد میں مسلمانوں کی حکومت نہیں ہے ان میں اس انداز سے کام کرنے میں بہت کچھ کامیابی ہو سکتی ہے جنوبی و پرتگالی افریقہ سے فارغ ہونے کے بعد لندن کا پروگرام تھا چونکہ یہ سفر طویل تھا اس لیے آل میاں نے میری رفاقت اور اعانت کے لیے ایک انگریزی داں ...... عالم دین حافظ موسیٰ یوسف میاں کا انتخاب کیا جن سے مجھے ہر طرح کی آسائش و آسانی میسر آئی۔

• غرناطہ کی حالتِ زار

جوہانسبرگ سے تمام افریقہ کے براعظم کو تقریباً دس گھنٹہ کے مسلسل پرواز کے ذریعے طے کر کے اندلس کے دار الخلافہ میڈرڈ پہنچے۔ ایک شب میڈرڈ میں دو راتیں قرطبہ میں اور چند گھنٹے غرناطہ میں گذارے، مسلمانوں کے عروج و زوال کی تاریخ بیک وقت سامنے آئی اور قرطبہ کی مرحوم جامع مسجد کو دیکھ کر سینہ کے داغوں کو تازہ کیا اور جامع قرطبہ کے ایک گوشے میں "دوگانہ نفل" ادا کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ لندن میں احباب و مخلصین کا ایک وسیع حلقہ تھا اس لیے تمام انگلستان کے اکثر مقامات ڈیوزبری، والسال، باٹلی، برمنگھم، ڈارسٹن، مانچسٹر، بریڈ فورڈ، بولٹن، شیفیلڈ وغیرہ پر اجتماعات کا پروگرام بن گیا اور ہر جگہ جانا پڑا۔ لندن کے قیام میں بیس پچیس بیانات ہوئے۔ انگلستان کے مسلمان باشندوں کی نئی نسل کے لیے شدید خطرات محسوس ہوئے اس لیے کہ تعلیم لازمی ہے اور مخلوط ہے اور مسلمان

باقی صفحہ [illegible]

ماضی کے آئینہ میں حال کے خدّوخال

(خاموش مبلّغ)

ذریعہ معاش

حضرت صفوان بن امیہؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ عمرو بن قرّۃ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، مجھے صرف دَف اور قوالی کے ذریعے رزق ملتا ہے۔ اس لیے مجھے راگ اور قوّالی کی اجازت دی جائے۔ کیونکہ یہی میرا ذریعہ معاش ہے۔ میں راگ اور قوّالی میں فحش بیانی اور بے حیائی کا مضمون اور کوئی ایسا لفظ قطعاً استعمال نہیں کروں گا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اپنے اہل وعیال کے لیے کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کرو۔ یہ یقین جانو کہ جائز اور پسندیدہ طریقہ سے رزق کمانا بھی جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔ اور خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت نیکوکار اور سچائی پسند تجارت کرنے والے نیک بندوں کے ساتھ ہُوا کرتی ہے۔
(اصابہ صفحہ ۱۲ ج ۳) انوارالصحابہؓ صفحہ ۱۴۳)

زیارتِ فواحشہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میری امت خیر وبرکت، بھلائی اور بہتری میں رہے گی۔ لیکن جب میری امت میں یہ برے کام علانیہ رواج پا جائیں گے تو پھر اللہ تعالےٰ کی طرف سے خیر وبرکت کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور ان پر نحوست چھا جائے گی۔ (۱) لوگ جب امانت میں خیانت شروع کر دیں (۲) زکوٰۃ ادا کرنا چھوڑ دیں۔ زکوٰۃ کو تاوان اور چٹی سمجھنے لگیں (۳) مغرب کی نماز اتنی دیر سے پڑھیں کہ کچھ ستارے نظر آنے لگیں (۴) اور زیارتِ فواحشہ کا ارتکاب کرنے لگیں۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) زیارتِ فواحشہ کیا بلا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ زیارتِ فواحشہ یہ ہوگی کہ لوگ (خوشی کی تقریبات میں) اپنے احباب واقرباء کے لیے پُرتکلف دعوت کا انتظام کریں گے اور اس موقع پر خبیث اور بدکار عورتوں کو بھی رونق بڑھانے کے لیے شریک کر لیا جائے گا۔
(استیعاب صفحہ ۲۷ ج ۴) انوارالصحابہؓ صفحہ ۶۲

حکّام کا وبال

جب اسود عنسی نے نبوّت کا دعوےٰ کیا اور اسلامی فوج اس کذّاب کے مقابلہ کے لیے پہنچی۔ تو حضرت عامر بن شہر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسود عنسی کی فوج پر حملہ کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کے علاقہ میں حاکم بنا کر بھیجا اور یہ نجاشی کے دربار میں بھی سفیر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ان کے سامنے نجاشی نے انجیل سے ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ اِنَّ اللَّعْنَۃَ تَکُوْنُ فِی الْاَرْضِ اِذَا کَانَ اُمَرَاءُھَا الصِّبْیَانُ۔ یعنی جب زمین پر نوعمر نوخیز، آوارہ مزاج، ناتجربہ کار نوجوانوں کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور آجاتی ہے تو اس دور میں وہ علاقہ خدا کی رحمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ (اصابہ صفحہ ۱۴۰ ج ۲)

اللہ تعالےٰ کی رحمت کے دروازوں کو کھولنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ حکومت اپنی مشینری کے کل پرزوں کی تطہیر کرے اور ایسے افسران سے ملک اور معاشرے کو پاک کرے جن کی شامتِ اعمال نے پورے ملک پر رحمتِ الٰہی کے دروازے بند کر رکھے ہیں۔ (انوار صحابہؓ صفحہ ۹۶)

فاسق کی تعریف

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ کا غضب بھڑکتا ہے اور عرشِ الٰہی کانپ جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ باب حفظ اللسان صفحہ ۴۱۴)

امّت کے لیے خطرہ

حضرت افلح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ ضَلَالَۃَ الْاَھْوَاءِ وَ اِتِّبَاعَ الشَّھَوٰتِ وَالْغَفْلَۃَ بَعْدَ الْمَعْرِفَۃِ مجھے اپنی امّت کے متعلق خطرہ ہے کہ میرے بعد خواہشات میں پڑ کر گمراہی کا شکار ہو جائیگی اور شہوات کا اتباع کرنے لگے گی نیز دین کو جاننے پہچاننے کے باوجود غفلت میں مبتلا ہو جائے گی۔ (اصابہ صفحہ ۵)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خدشہ سو فیصد صحیح نکلا۔ ضلالۃ الاھواء کا یہ حال ہے کہ اکثر لوگ توحید وسنت سے دور اور شرک وبدعت میں سراپا مسرور ہیں۔ ہر صوبے کا اسلام الگ ہے، ہر قوم کی رسوم الگ ہیں۔ اس خود غرضی نے امّت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے اور خواہشاتِ نفسانی کی چاہت نے امت سے غیرتِ اسلامی ہی چھین لی ہے۔ آج کا نوجوان مسجد کے بجائے سینما ہال کا دلدادہ ہے۔ قرآن پاک کی ناظرہ تلاوت بھی بارِ خاطر ہے مگر فحش گانے، فلمی کہانیاں اور محبت بھرے افسانے اس کا اوڑھنا بچھونا بن چکے ہیں اس کے کان کتاب وسنت کو سننے سے وحشت محسوس کرتے ہیں۔ مگر رقص وسرود کی محفلوں اور نائٹ کلبوں میں رات گنوانا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔ دین کی معرفت کے بعد غفلت کا یہ حال ہے کہ کتنے لوگ اسلامیات کے بی اے اور ایم اے ہیں۔ مگر عملی میدان میں صفر ہیں سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے غفلت کے جہنم میں گر رہے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ضَلَالَۃِ الْاَھْوَاءِ وَاِتِّبَاعِ الشَّھَوٰتِ وَالْغَفْلَۃِ بَعْدَ الْمَعْرِفَۃِ اے اللہ! میں خواہشات میں پڑ کر گمراہی کا شکار ہونے، شہوات کا اتباع کرنے اور دین کو جاننے پہچاننے کے بعد غفلت میں مبتلا ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (انوارالصحابہؓ)

قربِ قیامت کی علامات

حضرت عمرو بن محصن انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قربِ قیامت میں یہ علامات ظاہر ہوں گی (۱) برسات زیادہ اور پیداوار کم ہوگی (۲) قرآن پاک کے قاری بہت زیادہ ہوں گے لیکن علم کی دولت سے محروم (۳) محقق علماء کرام صاحب فہم وفراست بہت کم ہوں گے (۴) حکمران بہت زیادہ ہوں گے لیکن اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو عدل وانصاف اور دیانتداری کے ساتھ ادا کرنے والے بہت کم ہوں گے۔
(اصابہ صفحہ ۱۵ ج ۳)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات کو آج چودہ سو سال کے بعد ہم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں (۱) ملک کے بعض حصّے بارش کے قطرے تک کو ترستے ہیں اور قحط سالی نمودار ہوتی ہے جبکہ دوسرے حصوں میں طوفان باد وباراں نے فصلوں کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا ہے اور ملک میں اشیائے صَرف کی گرانی نے ۹۰ فیصد عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

تحریر
عبدالرشید انصاری

ناخداؤں سے کہہ دو

- مرکز اہل حق جامع شیرانوالہ
- کشیدہ فضا اور کارکنوں کے حوصلے
- قصہ فرعون کے جادوگروں کی "سول نافرمانی" کا
- ایک ہنگامی اجتماع جس نے ولولۂ تازہ دیا
- انتظار جو شوق افزوں ثابت ہوا

ہم کٹ سکتے ہیں، مر سکتے ہیں، جھک نہیں سکتے

قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود کا اعلان

ہمیں خوشی ہے کہ ہم مظلوموں کی صف میں ہیں اور ظلم کے خلاف لڑ رہے ہیں



جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور گزشتہ نصف صدی سے حریت پسند، سامراج دشمن علماء حق کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ ایک عارف باللہ مرد قلندر تھے مشیت ایزدی نے آپ کو علم و عمل کی ظاہری و باطنی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ برطانوی دور استبداد میں برصغیر کے عوام کو غلامی کی لعنت سے نجات دلانے کے لیے حضرت شیخ التفسیرؒ نے اپنی عالمانہ اور مومنانہ شان سے حصہ لیا۔ چنانچہ برطانوی سامراج پر کاری ضرب لگانے کی غرض سے چلائی جانے والی مسلم زعماء کی خفیہ "تحریک ریشمی رومال" میں آپ صف اول کے رہنماؤں میں سرفہرست تھے۔

"جرم آزادی" کی پاداش میں حضرتؒ کو برطانوی حکمرانوں نے جب دہلی بدر کیا تو یہ عالم ربانی اور نادر روزگار ہستی پنجاب میں لاہور کے حصہ میں آئی۔ شرک و بدعت اور انگریز پرستی کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا لاہور شیرانوالہ کے افق پر طلوع ہونے والے ماہتاب علم و عمل کی ضیا پاشیوں سے جگمگا اٹھا۔ حضرت شیخ التفسیرؒ تقریباً گیارہ برس ہوئے اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ لیکن خلوص اور جدوجہد سے سینچا ہوا ان کا گلشن آج بھی پر بہار ہے۔ جانشین شیخ التفسیرؒ مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم صداقت و سچائی کی مشعل ہاتھ میں لیے راہ مستقیم پر گامزن ہیں۔ نہ تو ایوبشاہی جبر و تشدد ان کا راستہ روک سکا اور نہ ہی ظلم و ناانصافی کی اس "تاریک رات" میں وہ خود راستہ سے بھٹکے۔ وہ آج بھی جمال ایمانی کی پرکیف رعنائیوں کے ساتھ کاروان حق کے رہبر و پیشرو ہیں اور رہیں گے ——— یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

۲۲ اگست بدھ کے روز نماز مغرب کے بعد جامع مسجد شیرانوالہ جانشین شیخ التفسیرؒ کے جانثار مریدوں، ارکان جمعیۃ علماء اسلام اور جمعیۃ گارڈز کے رضاکاروں سے پر ہجوم تھی۔ نماز مغرب سے پہلے پنجاب جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری اطلاعات جناب نورالحق قریشی ایڈووکیٹ اور ماہنامہ تبصرہ کے ایڈیٹر مرزا غلام نبی جانباز شرکائے اجتماع سے جمعیۃ علماء اسلام کی "داخلی سیاست" کے موضوع پر کافی گفتگو فرما چکے تھے۔ جمعیۃ کے بعض ارکان اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کی جمعیۃ سے علیحدگی اور ان کی جانب سے مخالفانہ اور جارحانہ بیانات و سرگرمیوں کی وجہ سے اگرچہ فضا مکدر تھی تاہم شرکائے اجتماع کے حوصلے "اپنا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک" کا مصداق تھے۔ جن کا اظہار جمعیۃ علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری اور متحدہ جمہوری محاذ کے نائب صدر مولانا مفتی محمود کے والہانہ استقبال اور دوران تقریر لوگوں کی طرف سے نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں مفتی صاحب کو مکمل تعاون کا یقین دلانے کے موقعوں پر بخوبی ہوا۔ اجتماع میں پنجاب جمعیۃ کے سربراہ جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ انور کے علاوہ دوسرے اضلاع کے رہنما بھی موجود تھے۔ مفتی صاحب نے نماز عصر کے بعد اس ہنگامی اجتماع سے خطاب کرنا تھا لوگ ساڑھے چار بجے سے آنا شروع ہو گئے تھے مفتی صاحب متحدہ جمہوری محاذ کی میٹنگ کی صدارت کر رہے تھے۔ ادھر میٹنگ طویل ہو گئی اور ادھر انتظار کی گھڑیاں طویل ہو کر پریشان کن کیفیت پیدا کرنے کی کوششیں کرنے لگیں۔ لیکن جہاں عقیدت و پیار کی عمارت فکر و نظر کے اتحاد پر استوار ہوئی ہو وہاں ایسے انتظار شوق افزوں ثابت ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ مفتی صاحب تقریباً سوا سات بجے اجتماع سے یوں مخاطب ہوتے:-

"علماء کرام! اراکین جمعیۃ علماء اسلام! عزیز بھائیو! متحدہ محاذ کی میٹنگ میں شرکت کی وجہ سے وعدہ کے مطابق وقت پر آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ آپ کو انتظار کرنا پڑا مجھے بھی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا کہ میرے ساتھی میرے انتظار میں بیٹھے ہوں گے۔ محاذ کا اجلاس ختم نہیں ہو رہا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ میرے رفقاء جو ہر قربانی دینے کے لیے تیار بیٹھے ہیں وہ اس انتظار کی پریشانی کو محسوس نہیں فرمائیں گے"۔

مفتی صاحب نے ارباب صدق و صفا کی سی پختہ ایمانی کا اعلان کرتے ہوئے تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا:-

"ہمارا یقین اور ایمان ہے کہ زندگی اور موت کا مالک خدا ہے۔ وہ جسے زندگی بخشے اسے مار کوئی نہیں سکتا اور جسے وہ موت دے اسے بچا کوئی نہیں سکتا

هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ۔

ہمارا ایمان ہے کہ نفع و نقصان کا مالک خدا ہے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی نفع دینا چاہیں تو اس نفع کو دنیا کی کوئی طاقت وزیر اعظم بھٹو صاحب یا ان کے حواری ہم سے روک نہیں سکتے۔

هُوَ النَّافِعُ وَالضَّارُّ۔ نفع و نقصان اللہ کے ہی قبضہ میں ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ رزاق صرف اللہ تعالیٰ ہے روزی دینے والا وہی ہے إِنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔ "کہ وہ میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور کم کر دیتا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" (کہ ایسا کیوں ہوتا ہے)، روٹی، کپڑا یا مکان ہر طرح کا رزق

صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔
ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ عزت اور ذلت بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ۔ تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔

اس ایمان و یقین سے جس شخص کا سینہ منور ہو وہ راہ حق میں بڑی سے بڑی قربانی پیش کرتا ہے اور ہمارے اس عقیدہ و ایمان کے ہوتے ہوئے اگر کوئی ظالم اور باطل قوت ہمیں سچائی کی راہ سے ہٹانے یا اپنے سامنے جھکا لینے کا وہم و گمان رکھتی ہو تو اسے میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم کٹ سکتے ہیں، مر سکتے ہیں لیکن جھکیں گے نہیں۔ اور نہ ظالم کی حمایت کریں گے نہ ہی اس کے ظلم پر خاموش رہیں گے۔ موجودہ حکومت یہ چاہتی ہے کہ اس کا ظلم جاری رہے اور ہم مظلوم کی حمایت نہ کریں۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔
ظالموں کو تاریخ عالم کا یہ واقعہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ فرعون جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا تھا اور کہتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں یعنی صرف روٹی، کپڑا اور مکان ہی نہیں سب کچھ تمہیں میں دیتا ہوں۔ اس نے اللہ کے پیغمبرؑ کے مقابلے میں ملک بھر کے بڑے بڑے جادوگر اکٹھے کیے تھے۔ مقابلہ ہوا حق و باطل کی جنگ ہوئی۔ حق باقی رہا اور باطل مٹ گیا۔ جادوگروں نے رسیاں میدان میں پھینکیں جو لوگوں کے سامنے سانپ اور بڑے بڑے اژدھے بن کر میدان میں دوڑنے لگیں۔ اللہ کے پیغمبر نے اپنی لاٹھی میدان میں پھینکی جو بڑا اژدہا بن کر سب کو نگل گئی۔
جادوگر ششدر رہ گئے۔ انہوں نے خیال کیا شاید موسیٰ علیہ السلام بہت بڑے جادوگر ہیں اس لیے ہم پر بازی لے گئے۔ لیکن جب حضرت موسےٰ نے اپنے اژدھے کو ہاتھ ڈالا تو وہ اصلی صورت پر لوٹ آیا۔ اور بالکل پہلے جیسی اسی طول و حجم کی لاٹھی حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں تھی مگر جادوگروں کے سانپوں اور اژدھوں کی اصلی حالت عود نہ کر سکی۔ لاٹھی سب رسیوں کو ہضم کر گئی۔ اس کی نہ لمبائی زیادہ ہوئی نہ حجم، اب جادوگروں کے سامنے حقیقت کھل کر سامنے آگئی انہیں یقین ہو گیا کہ یہ تو جادو نہیں ہے کیونکہ جادو ختم ہونے کے بعد ہر چیز اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتی ہے اور یہاں تو صرف موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اپنی اصلی حالت پر آئی تھی۔ اس لیے جادوگر اسی وقت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ فرعون کے دربار میں اطلاع پہنچی کہ تمام سرکاری و درباری جادوگر شکست کھا گئے ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے ہیں۔ فرعون کو غصے کی آگ نے جلا کے رکھ دیا۔ سب کو طلب کیا۔ یہ وہی لوگ تھے۔ جو چند لمحے قبل فرعون کے سامنے نگاہ اونچی کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے اسے روٹی کپڑا اور مکان دینے والا رب کہتے تھے۔ فرعون پورے جاہ و جلال کے ساتھ سامنے بیٹھا تھا۔ کہنے لگا "تم میری اجازت کے بغیر موسیٰ پر ایمان کیوں لائے ہو؟ کیا تم جانتے نہیں کہ "سول نافرمانی" کی پاداش میں تمہیں کھجوروں کے تنوں پر پھانسی دے دوں گا"۔ تو ان مومنین نے جن کے ایمان کی عمر چند لمحوں سے ابھی زیادہ نہیں تھی فرعون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔ فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ۔ تو نے جو (ظلم ڈھانے) کا فیصلہ کیا ہے اس پر عمل کر لے۔

یہ ہے ایمان۔ اس ایمان نے بے نور آنکھوں کو بینائی عطا کی تو انہوں نے فرعون کی خدائی کو نہایت حقارت سے دیکھا۔ گونگ زبانوں کو قوت گویائی عطا کر دی اور ان زبانوں کے اعلان حق کی کڑک نے قصر فرعونی میں تہلکہ مچا دیا۔ آج ہمارے سینوں میں ستر ستر، پچاس پچاس برس کا ایمان ہے۔ یہ ایمان صرف موسیٰ علیہ السلام پر نہیں تمام انبیاء علیہم السلام کے برحق ہونے پر ہے اور سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی کا ایمان ہے۔ کیا موجودہ ظالم حکمران جنہوں نے ملک اور عوام کے مفاد کے نام پر ملک کو تباہی کے کنارے پر لا کھڑا کیا ہے اور عوام کو بھوکوں مرنے کا ماحول فراہم کر دیا ہے کیا وہ ہمیں اپنے سامنے جھکا لیں گے؟ کیا ہم ان کے سامنے جھک جائیں گے؟ جو لوگ جور و جفا اور مطلق العنانی میں فرعون سے کہیں پیچھے اور نیچے ہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم سے بے ایمانی اور بزدلی کی توقعات کیوں کی جا رہی ہیں؟ ہم بزدل نہیں ہیں۔ اور یاد رکھو مومن کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ یقین نہ آئے تو ظلم و ستم اور تشدد کے جتنے طریقے تمہیں آتے ہیں ان سب کو آزماؤ۔ ہمارے پاؤں میں بیڑیاں ڈالو، جیل خانوں میں بند کر کے دیکھو، ہمیں تختۂ دار پر لٹکا دو، ہمارے سینے گولیوں سے چھلنی کر دو۔ لیکن ہم آخری دم تک پاکستان کی سلامتی کے لیے مظلوم عوام کے حقوق کے لیے اور پاکستان میں اسلام کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے ظلم کے خلاف جنگ کرتے رہیں گے۔
موجودہ حکمران جماعت اقتدار کے نشہ میں ہوش و حواس کھو بیٹھی ہے اور "جگی بنگے" کا راگ الاپ رہی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس وقت میں مظلوموں کی صف میں کھڑا ہوں اور بھٹو صاحب ظالموں کی صف میں ہیں اور ہم ظلم کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔ اس سچائی کی راہ میں ظالم اور مظلوم کی جنگ میں اور حق و انصاف کی خاطر اگر ہمیں جان بھی دینا پڑی تو یہ بھی ہماری کامیابی ہوگی۔ میں عوام سے اپیل کروں گا کہ ظلم کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں آخری فتح عوام کی ہوگی"۔
مفتی صاحب کا خطاب آٹھ بجے تک جاری رہا۔ اس طرح یہ صرف ایک دن کے نوٹس پر منعقد کیا جانے والا ہنگامی اجتماع شرکائے اجتماع کو ولولۂ تازہ دے کر ملک کی سلامتی، عوام کی خوشحالی اور اسلام کی حکمرانی کی دعاؤں کے ساتھ بخیر و خوبی

بقیہ: احادیث الرسولؐ

ہمارے رب! ہم نے ایک داعی اور منادی کرنے والے کو سنا کہ وہ ایمان کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے اور ہمیں اپنے وفادار اور نیکوکار بندوں کے ساتھ دنیا سے اٹھا۔ اور اے ہمارے رب! ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کی زبانی اہل ایمان کے لیے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن کی رسوائی سے بچا۔ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا۔

سورہ آل عمران کے آخری رکوع کی خاص فضیلت ان دعائیہ آیات ہی کی وجہ سے ہے۔ یہ دعا قرآن مجید کی جامع ترین تین دعاؤں میں سے ایک ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

غیرتِ اسلامی کے جذبے سے سرشار ہو کر پھانسی کے تختے پر جامِ شہادت نوش کیا

قاضی عبد الرشید شہید خوشنویس

تحریر: سرعار علی صابری

تین کم پچاس سال پہلے کی بات ہے۔ جمعرات ۲۳ر دسمبر ۱۹۲۶ء کو دلی کے ایک خوشنویس قاضی عبد الرشید نے غیرتِ اسلامی کے جذبے سے سرشار ہو کر فتنہ ارتداد (شدھی) کے بانی اور غلامانِ بارگاہ رسالت کے شاتم سوامی شردھانند کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اس سعادتِ عظمیٰ کے صلے میں پھانسی کے تختے پر حیاتِ ابدی حاصل کی تھی۔

ہماری نئی نسلیں اب اس غریب کاتب کو بھولتی جا رہی ہیں جس نے شاہ بطحا کے ناموس پر قربان ہو کر اپنے ایمان کامل کا ثبوت دیا تھا۔

شردھانند، جالندھر (مشرقی پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ اصلی نام لالہ منشی رام تھا۔ آریہ سماج کے بہت پرجوش و باعمل کارکن تھے۔ دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور کے انتظامی معاملات میں پرنسپل ہنس راج سے اختلاف ہوا تو ڈی اے وی کالج کے مقابلہ پر ہردوار کے قریب موضع کانگڑی میں ایک گروکل قائم کر ڈالا۔ جسے آج بھی شمالی ہند میں آریہ سماج کے ایک اہم تعلیمی و تبلیغی مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔

سوامی شردھانند نے عرصے سے دلی میں سکونت اختیار کر رکھی تھی اور یہیں سے انہوں نے شدھی کی آگ بھڑکانے کے لیے اردو میں روزنامہ "تیج" اور ان کے بیٹے نے ہندی میں روزنامہ ارجن جاری کیا تھا۔

لمبا قد، گندمی رنگ، داڑھی مونچھ صاف، سر منڈا ہوا۔ بڑی بڑی آنکھیں، آواز بہت بلند، سادھوؤں کا رنگین لباس، قتل کے وقت عمر پینسٹھ (۶۵) سال کے لگ بھگ ہو گی میرے سامنے شردھانند کی زندگی کے تین روپ ہیں۔ پہلا روپ میں نے خود نہیں دیکھا۔ سنا اور اخبارات میں پڑھا ہے دوسرے دو روپ اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

پہلا روپ "قوم پروری" کا روپ ہے سنہ ۱۹۱۹ء میں جب آل انڈیا کانگرس کے سالانہ اجلاس پنڈت موتی لال نہرو کی زیر صدارت امرت سر میں منعقد ہوئے تو سوامی شردھانند مجلس استقبالیہ کے چیئرمین تھے۔ سوامی نے اپنے خطبہ صدارت میں ترکوں کے مصائب سے گہری دلچسپی، ہمدردی ظاہر کی تھی اور خلافت کی بحالی کے لیے ہندو مسلم اتحاد پر زور دیا تھا۔ رئیس الاحرار مولانا محمد علیؒ اور خادم کعبہ مولانا شوکت علیؒ چھنڈواڑہ (سی پی) جیل سے رہا ہو کر جب کانگرس کے اجلاس میں شریک ہونے کے لیے سیدھے امرت سر پہنچے تو اس منظر کو دیکھنے والے بہت لوگ زندہ ہیں۔ کہ مجلس استقبالیہ کے صدر شردھانند بڑی بے تابی کے ساتھ کانگریسی پنڈال میں دوڑ کر علی برادران سے بغلگیر ہوئے تھے اور اسے ہندو مسلم اتحاد کا ناقابلِ شکست مظاہرہ بتایا تھا۔

سوامی شردھانند کا دوسرا روپ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ غالباً سنہ ۱۹۲۲ء کا ابتدائی حصہ تھا رئیس الاحرار مولانا محمد علی کے اخبار "ہمدرد" میں اعلان ہوا۔ شہر میں پوسٹر لگائے گئے کہ جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد شری سوامی شردھانند جی مہاراج "ہندو مسلم اتحاد کے موضوع پر مسلمانوں سے خطاب فرمائیں گے۔

دلی کی جامع مسجد — دنیائے اسلام کی ایک حسین ترین مقبول ترین عبادت گاہ — میں ایک ہندو سنیاسی کی تقریر — بات تو انوکھی سی تھی۔ مگر وہ زمانہ تحریک خلافت کے شباب کا تھا اگرچہ ہندوؤں کے دلوں میں اس وقت بھی مسلمانوں کے خلاف بغض و نفرت کی چنگاریاں دبی ہوئی تھیں مگر صاف دل مسلمانوں کو اپنے "ہندو بھائیوں" کے خلوص پر بہت اعتماد تھا۔ جامع مسجد میں یوں تو ہر جمعہ کو بالعموم دس ہزار مسلمان شریک نماز ہوتے ہیں لیکن آج کے جمعہ کا پوچھنا ہی کیا — جمعۃ الوداع کا ہلکا سا نقشہ نگاہوں کے سامنے آ گیا تھا۔ عظیم الشان صحن کے علاوہ ساری صحنچیاں، برجیاں اور چھتیں، لوگوں سے پٹی پڑی تھیں۔ تینوں بڑے دروازوں کے باہر بھی لوگوں کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے۔

نماز جمعہ ختم ہوتے ہی رئیس الاحرار مولانا محمد علی نے شردھانند کی آمد کا اعلان کیا تھوڑی دیر بعد پرجوش نعروں اور خلافتی رضاکاروں کے جلو میں سوامی شردھانند عالم اسلام کی اس مایہ ناز مسجد میں داخل ہوئے۔

مسجد کے پیش طاق یا درمیانی در کے سامنے سنگ باسی کا شاندار ممبر سلطنت مغلیہ کے آخری دور کی صناعی کا بہت دلکش نمونہ ہے۔ رئیس الاحرار مولانا محمد علی کے ساتھ سوامی شردھانند اس بلند و بالا ممبر پر براجمان ہوئے۔ رئیس الاحرار کی مختصر تعارفی تقریر کے بعد اس ممبر سے جہاں ہمیشہ تکبیر کی آوازیں گونجتی تھیں تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک ہندو سادھو کی آواز تقریر بن کر گونجی میں اس وقت حوض کے آخری مشرقی کنارے پر تھا۔ شردھانند کی تقریر اصول و غایت کے اعتبار سے جیسی کچھ بھی ہو لیکن منافقت کا شاہکار ضرور تھی۔ شردھانند نے دل کا بھید چھپانے میں کمال کر دیا۔ اس کے ہر لفظ سے مترشح ہوتا تھا کہ اسے مسلمانوں سے بے پناہ محبت ہے اور ہندو مسلم اتحاد کو آزادی کی کنجی سمجھتا ہے، یہ بات کسی کے وہم و گمان میں نہ آ سکتی تھی کہ ہندو مسلم اتحاد کا یہی پرچارک سادھو صرف چند ماہ بعد اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن بن کر میدان میں آئے گا۔ اور ہندوستان سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کے لیے شدھی اور سنگھٹن جیسی خطرناک تحریکیں جاری کرے گا۔

شردھانند کا جو تیسرا روپ میرے سامنے آیا وہ بہت ہی اشتعال انگیز، گھناؤنا اور قابلِ نفرت تھا۔ غالباً سنہ ۱۹۲۳ء کے آغاز میں سوامی کو دفعہ ۱۲۴ الف کے تحت قید سخت کی سزا ہوئی تھی لیکن وہ معافی مانگ کر جیل سے رہا ہو گیا اور اس نے انگریز حکام کو خوش کرنے اور کچھ متعصب ہندوؤں کے جذبہ اسلام دشمنی کو تسکین دینے کے لیے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز تحریروں اور تقریروں کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ شردھانند نے جیل سے رہا ہونے کے بعد روزنامہ "تیج" کے ایک مضمون میں اسلام پر جو پہلا حملہ کیا تھا اس کے یہ بجنسہ الفاظ مجھے اب تک یاد ہیں۔

"محمدی مت جبر کے سوا چل نہیں سکتا۔ اس کا علاج بھی جبر ہے۔ محمدی مت میں کلمہ توحید کے ساتھ محمد رسول اللہ کا فقرہ جوڑ کر اسے کلمہ شرک بنا لیا گیا ہے" (نعوذ باللہ من ذالک)

تحریک ترک موالات دم توڑ رہی تھی۔ گاندھی جی ایک دو ماہ بعد ضلع گورکھپور کے ایک چھوٹے سے گمنام گاؤں چورا چوری کے معمولی سے واقعہ کو آڑ بنا کر تحریک ترک موالات کا گلا گھونٹنے والے تھے تاکہ مسلمانوں کے روز افزوں اثر و رسوخ سے کانگریس اور ہندوستان کی سیاست کو محفوظ کیا جائے۔

چنانچہ بڑے بڑے ہندو لیڈروں کے عملی اشتراک اشیرباد اور بھاری سرمائے سے مسلمانوں کے خلاف شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کی گئیں شدھی کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو جو ہندوؤں کے بیان کے مطابق ہندو نسل سے تعلق رکھتے ہیں! اسلام سے منحرف کر کے دوبارہ ہندو بنا لیا جائے اور سنگھٹن کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان سے مسلمانوں کا وجود ختم کرنے کے لیے نہ صرف مختلف مکاتب فکر کے ہندوؤں بلکہ سکھوں اور بدھوں کو بھی عظیم تر ہندو قومیت کے نام پر متحد کیا جائے اور جارحانہ حملوں کے لیے فوجی لائنوں پر مسلح دستے مرتب کیے جائیں۔

یوپی کے بعض اضلاع میں کئی لاکھ کم تعلیم یافتہ مسلمان راجپوت آباد تھے جنہیں ملکانہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا شدھی کا پہلا سخت حملہ انہیں علاقوں پر ہوا۔ ملکانہ راجپوتوں کو دین اسلام سے منحرف کرنے کے لیے لالچ اور تشدد کے سارے حربے استعمال کیے گئے۔ بعض بہت غریب راجپوتوں کا ایمان روپیہ کی طاقت سے خریدا گیا اور جو لوگ اسلام کا دامن چھوڑنے کو تیار نہ ہوئے ان کے گھروں کو لوٹا اور جلایا گیا۔ اور ان کے ناموس پر حملے کیے گئے۔

شدھی کے خطرناک فتنے کا مقابلہ کرنے کے لیے تمام قابل ذکر علماء و مشائخ اور اکابر و مشاہیر نے جس اتحاد اور عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا اسے اسلامی ہند کی تاریخ ہمیشہ فخر سے یاد رکھے گی۔ یوں تو سبھی اخبارات نے اسلام کی مدافعت کا پورا حق ادا کیا لیکن

اس سلسلے میں روزنامہ زمیندار لاہور، سہ روزہ الامان، پندرہ روزہ نظام المشائخ دہلی نے بہت شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ دریدہ دہن ہندو اخبارات کی غلیظ گالیوں کے جواب میں مولانا ظفر علی خاں مرحوم کی ایک نظم "دھر رگڑا" اس قدر مشہور ہوئی تھی کہ اس کے دو چار اشعار اب بھی بہت سے لوگوں کو یاد ہوں گے۔

سنگھٹن کے مقابلے میں مشہور خلافتی رہنما اور مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے تحریک تنظیم کر کے جان و مال کی بازی لگا دی تھی۔ اگر شدھی اور سنگھٹن کا سلسلہ سنجیدہ مباحث و علمی دلائل تک محدود رہتا تب بھی غنیمت تھا لیکن شردھانند اور اس کے آریہ سماجی بھگتوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلیظ گالیوں، بہتان تراشیوں اور انتہائی اشتعال انگیزیوں کو اپنا مستقل شعار بنا لیا۔ روزنامہ تیج دہلی میں شردھانند کے قلم سے اسلام اور مسلمانوں کو گالیاں دی جاتی تھیں اور قرآن مجید کی آیتوں کا مذاق فحش الفاظ میں اڑایا جاتا تھا۔ ہندی اخبار ارجن میں ہندوؤں کو مشتعل کرنے کے لیے عہد سابق کے مسلم سلاطین کے فرضی مظالم کی کہانیاں بہت بڑھا چڑھا کر شائع کی جاتی تھیں اور کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا جب ہندو عورتوں کے اغوا اور مسلمانوں کے ہاتھوں ان کے بے عزت کیے جانے کے دو چار جھوٹے قصے درج نہ کیے جاتے ہوں۔ ایک آریہ سماجی نے قرآن مجید کا جواب لکھنا شروع کیا۔ شردھانند کی ایڈیٹری میں ایک اخبار گرو گھنٹال جاری کیا گیا تھا جس کا مقصد مسلمانوں اور ان کے مقدس رہنماؤں کو (جن میں اولیائے کرام شامل تھے)، انتہائی شرمناک الفاظ میں گالیاں دینا تھا۔

شردھانند کے ایک چیلے نے "جبریٹ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام خاص کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت لوط ؑ، حضرت ایوب ؑ، حضرت اسحاق علیہم السلام کی شان میں اس قدر سخت گستاخیاں بالکل عریاں الفاظ میں کی گئی تھیں کہ اس خباثت کا تصور بھی مشکل ہے۔ "جبریٹ" میرے دفتر "ریاست" میں ریویو کے لیے آئی تھی اور دل پر پتھر رکھ کر اسے ایک نظر دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔

شردھانند کا کلیجہ اس قدر سخت اشتعال انگیزیوں پر بھی ٹھنڈا نہ ہوا اور اس نے خاندان مغلیہ کی بے گناہ شہزادیوں کے خلاف فحش ڈرامے لکھنے کی تحریک سارے ملک میں شروع کر دی۔ چنانچہ اس نوعیت کے کئی ڈرامے اردو اور ہندی میں لکھے گئے۔ شہزادی زینت آرا بیگم کے متعلق ایک ڈرامہ اخبار ریاست میں میری نظر سے گزرا ہے جس میں اس پاک دامن شہزادی کو انتہائی بدچلن عورت کے روپ میں پیش کیا گیا تھا۔ بعد میں جب آریہ سماجیوں نے اس ناپاک ڈرامے کو اسٹیج پر پیش کرنے کی کوشش کی تو کئی شہروں میں ہنگامے بھی ہوئے۔

مسلمانوں کے سینے میں بھی دل تھا وہ نماز بان بارگاہ رسالت ؐ کی شان اقدس و اعلیٰ میں شرمناک گستاخیاں، انبیاء کرام پر پُرخباثت حملے، قرآن مجید کی آیتوں کا مذاق اور بے گناہ مغل شہزادیوں کے خلاف فحش ڈرامے، جو سب کچھ شردھانند کی قیادت میں شردھانند کے اشارے سے ہو رہا تھا، کب تک برداشت کرتے، ضبط و صبر کی آخر حد ہوتی ہے جس سے آگے بڑھنے کا نام بے غیرتی ہے۔ قاضی عبدالرشید مرحوم پیشہ کے لحاظ سے خوشنویس تھے۔ لمبا قد، چھریرا جسم، گندمی رنگ، لمبا چہرہ، کرتہ، پاجامہ، ترکی ٹوپی یہ ان کی عام پوشاک تھی۔ شردھانند کے زمانۂ قتل کے قریب اخبار ریاست میں فرائض کتابت انجام دیتے تھے دفتر کوچہ بلاقی بیگم دہلی میں تھا۔ گلی میں دروازہ اور اسپلینڈ روڈ کے سامنے برآمدہ، قید علائق سے آزاد ہونے کے باعث ریاست کے دفتر ہی میں دن رات رہتا تھا۔ قاضی صاحب کی نشست میری میز کے قریب تھی۔ دفتر میں آریہ سماجیوں کے جو اخبارات و رسائل اور دیگر پمفلٹ اور ڈرامے وغیرہ تبادلہ و ریویو کی غرض سے آتے رہتے تھے۔ وہ بہت غور و سنجیدگی سے پڑھتے رہتے تھے۔ نماز کے بڑے پابند تھے دفتر کے اوقات میں ظہر و عصر کی نمازیں ہمیشہ دریبہ کی مسجد میں جماعت سے ادا کرتے تھے، اور آریہ سماجیوں کی نجس و ناپاک حرکتوں سے ان کے جذبات بے انتہا مجروح ہو چکے تھے۔

واقعہ قتل سے تین چار دن پیشتر قاضی عبدالرشید مرحوم بہت گم سم رہتے تھے، کام میں دل نہ لگتا تھا جب تک جی چاہتا کتابت کرتے۔ اور جب چاہتے تو برآمدے میں بچھے ہوئے کھرے پلنگ پر پڑے رہتے تھے، ریاست کے پروپرائٹر سردار دیوان سنگھ ان دنوں نابھہ کے معزول آنجہانی مہاراجہ پردمن سنگھ کے کسی سیاسی و ذاتی کام سے دو ہفتے کے لیے شملے گئے ہوئے تھے دفتر کے انتظامات درست رکھنے اور اخبار کو بر وقت نکالنے کی ساری ذمہ داری میرے اور سردار گنج سنگھ مینیجر کے ذمہ تھی قاضی عبدالرشید مرحوم کو میں نے ان کی بے توجہی پر ایک دو مرتبہ ٹوکا لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔

جمعرات ۲۳ دسمبر کو اخبار کی آخری کاپی پریس بھیجنے کے لیے جوڑی جا رہی تھی۔ دفتر کا وقت نو بجے مقرر تھا۔ دن کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے اور منشی قاضی عبدالرشید کا پتہ نہ تھا۔ چند اشتہاروں کے چربے اور مسودے انہی کے پاس تھے۔ قاضی صاحب کے اس قدر دیر سے آنے پر ہیڈ کاتب منشی نذیر حسین میرٹھی نے اعتراض کیا تو جھلا کر جواب دیا "چولہے میں گئی تمہاری کاپی" یہ کہہ کر کام کرنے کی بجائے برآمدے میں پلنگ پر لیٹ رہے میں نے اعتراض کیا۔ کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے سردار گنج سنگھ مینیجر سے شکایت کی۔ ان کے اصرار پر برہم ہو گئے۔ بولے "مجھے نوکری کی پروا نہیں، لکھ دو اپنے سردار کو، میں کام نہیں کرتا"۔ یہ کہہ کر پلنگ سے اٹھے، قلمدان بغل میں دبایا اور چل دیئے۔ چار پانچ بجے سہ پہر کے درمیان دریبہ کے ہندو علاقے میں سنسنی اور بے چینی سی محسوس ہوئی۔ سامنے سڑک پر ایک دو زخمی بھی گزرے اس زمانے میں خبر رسانی کے ذرائع بہت محدود تھے، شہر میں ٹیلیفون بہت کم تعداد میں تھے۔ ساڑھے پانچ چھ بجے شام کے درمیان روزنامہ "تیج" کا ضمیمہ شائع ہوا۔ جس میں شردھانند کے قتل کی تفصیلات کے ساتھ قاضی عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر بھی تھی کہ ہتھکڑیاں پہنے پولیس کی حراست میں کھڑے تھے اور جسم پر چادر ہے تفصیلات سے معلوم ہوا کہ قاضی صاحب مرحوم اسی چادر میں پستول چھپا کر شردھانند کے دفتر گئے تھے اور اسے گولی کا نشانہ بنا دیا تھا۔

قاضی صاحب نے عدالت میں اقبال جرم کیا۔ ۵ ار مارچ ۱۹۲۶ء کو سیشن کورٹ سے پھانسی کی سزا کا حکم سنایا گیا مشہور خلافتی لیڈر اور سنگھٹن کے مقابلے میں تحریک تنظیم کے بانی ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے سیشن کورٹ میں کسی معاوضہ کے بغیر پیروی کرنے کے علاوہ لاہور ہائی کورٹ میں اپیل بھی دائر کی مگر مسترد ہو گئی اور جولائی ۱۹۲۷ء کے آخری ہفتے یا اگست کے اوائل میں غازی عبدالرشید ؒ نے دلی سنٹرل جیل میں پھانسی کے تختے پر جام شہادت نوش کیا۔

پھانسی کے دن سنٹرل جیل کے سامنے مسلمانوں کا بے پناہ ہجوم تھا ہزاروں برقعہ پوش عورتوں کے علاوہ بہت سے بچے بھی غیرت اسلامی کے جذبہ سے مخمور ہو کر گھروں سے باہر نکل پڑے تھے لاش کو جیل کے اندر ہی غسل و کفن دیا گیا اور حکام نے جیل کے احاطے ہی میں دفن کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن عمائد شہر کے شدید اصرار پر شہید عبدالرشید کے وارثوں کو اس شرط پر لاش دینے کا فیصلہ کیا گیا کہ جنازہ کا جلوس نہیں نکالا جائے گا۔ اور اسے جیل کے سامنے والے قبرستان میں نذر لحد کر دیا جائے گا۔ لیکن جیل کا پھاٹک کھلتے ہی جب عاشق رسول کا جنازہ باہر نکلا تو مسلمانوں کا زبردست ہجوم اللہ اکبر اور یا رسول اللہ کے نعرے لگاتا ہوا دیوانہ وار ٹوٹ پڑا جنازے کو حکام سے چھین لیا اور سامنے قبرستان لے جانے کی بجائے جامع مسجد روانہ ہو گیا۔

نعرہ تکبیر کی معجز نما اثر انگیزی کا یہ کرشمہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خونی دروازے کے سامنے مسلح پولیس کے کئی سو سپاہیوں نے صف بندی کر کے راستہ روک دیا تھا۔ جا بجا گورہ فوج کے جوان متعین تھے لیکن مسلمانوں کا ہجوم عاشق رسول قاضی عبدالرشید ؒ کے جنازے کو لے کر خونی دروازے کے سامنے پہنچا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا تو اللہ تعالیٰ جانتے والا ہے کہ پولیس کے مسلح جوانوں کی صف کائی کی طرح پھٹ گئی۔ گورہ فوج کے جوان سنگینیں تانے کھڑے رہے اور جنازے کا جلوس اس صفائی سے آگے بڑھا کہ جیسے صابن سے تار نکلتا ہے۔ مسلح پولیس نے کئی بار راستہ روکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی ناموس رسول ؐ پر جان دینے والے عبدالرشید کی نماز جنازہ جامع مسجد میں پچاس ساٹھ ہزار مسلمانوں نے پڑھی (اس وقت دلی کی پوری آبادی تین لاکھ کے قریب تھی۔) نماز کے بعد شہر کے ممتاز مسلمانوں کی رائے تھی کہ لاش کو جیل کے سامنے والے قبرستان میں پہنچا دیا جائے، جہاں قبر پہلے سے تیار تھی۔ اور شہید کے ورثا متعلقہ حکام سے لاش کی واپسی کا مطالبہ بھی کر رہے تھے لیکن غازی انوار الحسن مرحوم (جو پہلے کانگریسی تھے بعد میں انہوں نے دلی میں مسلم لیگ کے ایک با اثر رہنما کی حیثیت سے شہرت حاصل کی افسوس ہے کہ چند سال پیشتر ان کا انتقال لاہور میں ہو گیا) کی قیادت میں پرجوش طبقے نے جنازے کو حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی رح کی درگاہ مبارک میں دفن کرنے کا فیصلہ کیا جو جامع مسجد سے کم و بیش تین میل دور ہے دلی کے مستقل کوتوال شہر دلوی دیال نے ان دنوں رخصت لے رکھی تھی۔ شیخ نذیر الحق قائم مقامی کے فرائض انجام دے رہے تھے کئی گھنٹوں کی مسلسل جد و جہد کے بعد مسلح پولیس نے گورہ فوج کی مدد سے جنازے پر نماز مغرب سے پیشتر قطب روڈ کے پل پر اس وقت قبضہ کر لیا جب کہ مسلمان حضرت باقی باللہ رح کی درگاہ مبارک کے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

تاریخ عالم کا پہلا خط حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے

ملکہ سبا کے نام مکتوب کی کہانی

ابو سلیمان شاہجہانپوری

تاریخ عالم کا پہلا خط جو قرآن عزیز کے ذریعے تاریخ میں محفوظ رہ گیا حضرت سلیمان علیہ السلام (۹۵۰ ق م) کا خط ہے یہ خط انہوں نے ملکہ سبا کے نام بھیجا تھا دنیا میں اس سے قبل بھی ضرور خط لکھے ہوں گے۔ لیکن اس سے قبل کا کوئی خط موجود نہیں یہ خط پیغمبرانہ جوشِ تبلیغ اور "ہدہد" کی ایک خبر کی صداقت جانچنے کے لیے لکھا گیا تھا۔ ہدہد نے حضرت سلیمان ؑ کو خبر دی تھی۔

"میں نے ایک عورت کو ملکہ دیکھا جو اہلِ سبا پر حکومت کرتی ہے اور اس کا ایک عظیم الشان تخت ہے میں نے اس کو اس حال میں پایا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کے سوا آفتاب کی پرستش کرتی ہے اور اس کے سامنے سربسجود ہوتی ہے اور شیطان نے ان کے ان کاموں کو بھلا اور اچھا دکھا رکھا اور راہِ مستقیم سے ہٹا رکھا ہے لہٰذا وہ باریاب نہیں ہوتے۔

(قرآن۔ سورۃ نمل آیت نمبر ۱۷، ۱۸)

حضرت سلیمان ؑ نے یہ خبر سنی تو فوراً ایک خط لکھا اور ہدہد کو دے کر ہدایت کی کہ اس کا جواب لا۔ ہدہد نے یہ خط احتیاط کے ساتھ ملکہ سبا تک پہنچا دیا۔ اس نے یہ خط دیکھا اور نامہ بر کی صورت پر نظر کی، تو ایک گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ حضرت سلیمان کی حکومت اور سطوت و شوکت کی داستانیں تو اس نے پہلے ہی سن رکھی تھیں۔

(بروایت توراۃ)

اب آپ کی نامہ بری کی یہ شان دیکھی تو حیران رہ گئی، پرندے جس کے ادنیٰ خادم اور نامہ بر ہوں۔ اس کی قوت اور شان و شوکت کا کیا ٹھکانا ہو گا۔ بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ تھا۔ ایک چھوٹے سے پرندے نے ایک خط اس تک پہنچایا تھا، لیکن اس کے دل پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اس نے فوراً ارکان دولت کو جمع کیا اور کہا میرے پاس ایک معزز خط ڈالا گیا ہے۔ (اس کا مضمون یہ ہے۔)

"انہ من سلیمان"

وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الا تعلوا علیّ واتونی مسلمین

(قرآن۔ سورۃ نمل آیت ۲۴۔۲۵)

سلیمان کی جانب سے۔

اور اللہ کے نام سے شروع ہے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے۔

تم کو ہم پر سرکشی اور سربلندی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے اور تم میرے پاس اطاعت گذار ہو کر آؤ۔"

خط پڑھ کر ملکہ اہلِ دربار سے پھر مخاطب ہوئی۔

اے میرے ارکانِ دولت! تم جانتے ہو کہ میں اہم معاملات میں تمہارے مشورہ کے بغیر کوئی اقدام نہیں کرتی اس لیے اب تم مجھے مشورہ دو کہ اس معاملہ میں کیا کرنا چاہیے۔

(قرآن۔ سورۃ نمل آیت ۲۶)

ارکانِ دولت نے اس خط کو زیادہ سے زیادہ ایک بادشاہ کا چیلنج خیال کیا تھا جس کا جواب ہمیشہ بہادروں نے میدانِ جنگ میں دیا ہے۔ پس وہ بھی کہ انہیں اپنی قوت اور طاقت پر بھروسہ تھا اس کا جواب صرف میدانِ جنگ میں دینا چاہتے تھے چنانچہ انھوں نے جواب دیا۔

"جہاں تک مرعوب ہونے کا تعلق ہے تو اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ہم زبردست طاقت اور جنگی قوت کے مالک ہیں۔ رہا مشورہ کا معاملہ تو آپ کے ہاتھ میں ہے، جو مناسب ہے اس کے لیے حکم کیجیے۔" (آیت نمبر ۲۷)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابھی تک ملکہ نے بھی اس خط کو ایک باجبروت اور صاحب سطوت بادشاہ کا چیلنج ہی سمجھا اور "واتونی مسلمین" کی اصل حقیقت اس نے بھی نہ پائی تھی لیکن معاملہ کے ایک دوسرے پہلو اور اس کے نتائج کو اس کی بصیرت و دانائی و اشگاف دیکھ رہی تھی۔ یعنی جنگ اور اس کے نتائج! بلکہ آنیوالے انقلاب اور اس کے نتائج کو سمجھ چکی تھی، وہ جانتی تھی کہ فتح و شکست کا دار و مدار ظاہری اسباب اسلحہ و سامان حرب کی فراوانی کے ساتھ قوموں کے اخلاق و کردار کی معنوی طاقت و قوت پر ہوتا ہے، ہدہد کی نامہ بری سے وہ پہلے ہی مرعوب ہو چکی تھی۔ مکتوب کے اختصار اور پرشکوہ انداز بیان نے اسے اور بھی ہیبت زدہ کر دیا تھا۔ اس روشنی میں وہ صاحب مکتوب کی شان و شوکت اور عظمت و سطوت کا تصور کر رہی تھی۔ اور اس لیے اس کا ذہن مسئلہ کے اس پہلو پر تیزی کے ساتھ سوچ رہا تھا۔ بلکہ اس حقیقت کو خوب اچھی طرح جانتی تھی، کہ جب کسی ملک میں انقلاب آتا ہے تو وہاں کے زمین و آسمان بدل جاتے ہیں، برسرِ اقتدار طبقہ جو انقلاب کی مخالفت اور اسے ناکام بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا ہے ان کی عزت، عظمت اور اقتدار پامالی سے اور ان کی شہرت گمنامی سے بدل جاتی ہے لیکن ملک کا وہ ادنیٰ طبقہ جو انقلاب کو خوش آمدید کہتا ہے اس کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔ انقلاب ان کے تہی دامن کو گل مراد سے بھر دیتا ہے، ان کی عسرت کو، فراغت سے، ذلت کو شرف و منزلت سے اور ان کی گمنامی و پامالی کو شہرت و نام آوری سے بدل دیتا ہے۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ تقریباً تین ہزار برس گذر چکے ہیں اور اس مدت میں ہزاروں انقلاب اس دنیا میں آچکے ہیں لیکن آج تک کسی جگہ اور ایک بار بھی انقلاب کے نتائج اس حقیقت کے خلاف نہیں نکلے، جو بھی انقلاب کے مقابل آیا خس و خاشاک کی طرح بہہ کر نیست و نابود ہو گیا اور جس نے بھی انقلاب کی پذیرائی کی اس کا دامن گلِ مراد سے بھر گیا اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیشہ انقلاب کی مخالفت اربابِ اقتدار، سرمایہ دار اور مذہبی رجعت پسند طبقوں نے کی اور ہمیشہ ہی نیست و نابود ہوئے۔ اور اسی طرح ہمیشہ ملک کے نچلے طبقے نے انقلاب کو خوش آمدید کہا اس لیے انقلاب کے خوشگوار نتائج نے ہمیشہ ان کو خوشحال کیا۔ ہمیشہ سے اسی طرح ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب اعجازِ قرآنی کا نادر نمونہ ہے اسی طرح ملکہ سبا کا اپنے ارکانِ دولت کو یہ جواب بھی قرآن کی فصاحت و بلاغت کا بے مثال نمونہ ہے۔

قالت ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ وکذٰلک یفعلون۔ (آیت ۲۸)

"ملکہ نے کہا۔ بادشاہ جب (فاتحانہ) کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو خراب کرتے ہیں۔ اور وہاں کے لوگوں کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ سلاطین ایسا ہی کرتے ہیں۔"

ملکہ کی عظمت اور اس کی بصیرت و دانائی کے ثبوت کے لیے یہ چند الفاظ کافی ہیں اور اس میں بھی "وکذٰلک یفعلون" کہ کر اس نے انقلاب کی مزاج شناسی کا ایسا ثبوت دیا ہے کہ تین ہزار سال سے داستانِ انقلاب کے سرعنوان یہ الفاظ قرار پا گئے۔ ان تین ہزار برسوں میں اس حقیقت کا کوئی انکار نہ کر سکا اس کے دربار میں اس حقیقت کا کون انکار کرتا۔ ارکان دولت جو حضرت سلیمان ؑ کی شاہانہ عظمت اور سطوت کا اندازہ نہ لگا سکے تھے اور مقابلہ کا مشورہ دیا تھا۔ ملکہ کے اس جواب نے گویا ان کی زبانوں سے گویائی کی قوت سلب کر لی تھی۔

اب سوال یہ تھا، کہ اس مکتوب کا جواب کیا دیا جائے؟ کیا غیر شجاعانہ "شہنشاہ سلیمان" کی اطاعت قبول کر لی جائے؟ یہ بھی قومی خود داری کے خلاف تھا۔ ارکان

دولت جو ملکہ کے حکیمانہ جواب پر مبہوت و متحیّر تھے۔ وہ کیونکر اس عقدہ کو حل کر سکتے تھے۔ چنانچہ یہ عقدہ بھی ملکہ کی سیاسی بصیرت و دانائی نے حل کیا۔ ملکہ کی آواز ان کے کانوں میں پھر گونجی۔

"اے ارکانِ دولت! بے شک ہم طاقتور ہیں۔ اور صاحبِ شوکت ہیں لیکن سلیمان کے معاملہ میں ہم کو عجلت نہیں کرنی چاہیئے پہلے ہمارے لیے اس کی طاقت و قوت کا اندازہ کرنا ضروری ہے کیونکہ جس عجیب طریقے سے ہم تک یہ پیغام پہنچا ہے وہ اس کا سبق دیتا ہے، کہ سلیمان کے معاملہ میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا مناسب ہے اس لیے میرا ارادہ ہے کہ پہلے چند قاصد روانہ کروں: وہ سلیمان کے لیے عمدہ اور بیش بہا تحائف لے جائیں اور اس بہانہ سے وہ اس کی شوکت و عظمت کا اندازہ لگا سکیں گے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے، اگر واقعی وہ زبردست قوت و شوکت کا مالک اور شہنشاہ ہے تو پھر اس سے ہمارا لڑنا فضول ہے۔"

کس میں جرأت تھی کہ اس صائب رائے کے خلاف ایک حرف زبان پر لاتا۔ چنانچہ اس طرح بظاہر اعتراف عجز و تحائف انکساری کے ساتھ معزز خط (کتاب کریم) کے جواب میں ایک سفارت بھیجی گئی۔ قرآن ملکہ کی جانب سے کسی تحریری یا زبانی جواب سے خاموش ہے۔ ملکہ سبا اور حضرت سلیمان کے واقعہ میں بے شمار عبرتیں اور نصیحتیں ہیں۔ اور ملکہ سبا کی بصیرت و دانائی کی کئی مثالیں موجود ہیں لیکن یہ چیز اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

اب ہم ذیل میں اس خط کی چند خصوصیات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔

چونکہ یہ خط اللہ کے ایک پیغمبر کی جانب سے لکھا گیا تھا۔ وہ پیغمبر جو اپنے وقت کا ایک اولوالعزم شاہنشاہ بھی تھا۔ اللہ کی یہ سنت بھی ہمیشہ رہی ہے کہ جس قوم کی طرف جو پیغمبر بھیجا وہ اس قوم کا فصیح ترین شخص ہوا ہے۔ تاریخ انبیاء کرام میں ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی کہ کوئی پیغمبر کسی قوم میں غیر فصیح و بلیغ زبان و بیان کا حامل بھیجا گیا ہو حضرت سلیمان بھی اپنی قوم کے افصح اللسان اور بلیغ البیان شخص تھے پس جس طرح حضرت سلیمان کی تین شخصیتیں ہوئیں۔ شخصِ نبوت، شہنشاہِ وقت اور افصح اللسان، اسی طرح خط کی بھی تین حیثیتیں ہوئیں۔ (۱) مذہبی حیثیت اس لیے کہ وہ خط نبوت کی جانب سے لکھا گیا۔ (۲) سیاسی حیثیت، اس لیے کہ وہ ایک صاحبِ سطوت و شوکت اور اولوالعزم شہنشاہ کی جانب سے بھیجا گیا تھا۔ اور (۳) ادبی حیثیت، اس لیے کہ وہ افصح القوم کی جانب سے بھیجا گیا تھا ذیل کی سطروں میں ان تینوں حیثیتوں پر جدا جدا بحث کرتے ہیں۔

مذہبی حیثیت

اس خط کو اللہ کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔

"اللہ" نزولِ قرآن سے قبل بھی خدا کے لیے بطور اسمِ ذات کے بولا جاتا تھا۔ اور عام طور پر مشہور و متعارف تھا جب بھی کوئی "اللہ" کا لفظ بولتا تو اس سے تمام دیوی دیوتاؤں اور ہر قسم کے مظاہر و اصنام کے سوا ایک ہستی مراد ہوتی تھی۔ قرآن نے بار بار اس لفظ کو اس انداز میں استعمال کیا ہے کہ گویا مخاطبین کے لیے اس کا مفہوم معلوم و متعین ہے "ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو" وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ اور اسی (اسمِ ذات) کے بعد قرآن نے دوسری صفات کا بیان کیا ہے۔ جیسے "وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا"، مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں

"نوعِ انسانی کے ذہنی تصورات کا ایک قدیم عہد جو تاریخ کی روشنی میں آیا ہے مظاہرِ فطرت کی پرستش کا عہد ہے اسی پرستش نے بہ تدریج اصنام پرستی کی صورت اختیار کی اصنام پرستی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مختلف زبانوں میں بہت سے الفاظ دیوتاؤں کے لیے پیدا کیے گئے تھے اور جوں جوں پرستش کی نوعیت میں وسعت ہوتی گئی ان کا تنوع بھی بڑھتا گیا۔ لیکن چونکہ یہ بات انسان کی فطرت کے خلاف تھی کہ ایک ایسی ہستی کے تصور سے خالی الذہن رہے جو سب سے اعلیٰ اور سب کی پیدا کرنے والی ہستی ہے اس لیے دیوتاؤں کی پرستش کے ساتھ ایک سب سے بڑی اور سب پر حکمران ہستی کا تصور بھی کم و بیش ہمیشہ موجود رہا۔ اور اسی لیے جہاں بے شمار الفاظ دیوتاؤں اور ان کی معبودانہ صفتوں کے لیے پیدا ہو گئے تھے وہاں کوئی نہ کوئی لفظ ایسا بھی مستعمل رہا جس کے ذریعے اس ان دیکھی اور اعلیٰ ترین ہستی کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا۔

چنانچہ شامی زبانوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف و اصوات کی ایک خاص ترکیب ہے جو معبودیت کے معنی میں مستعمل رہی ہے اور عبرانی، سریانی، ارامی، کلدانی، حمیری، عربی وغیرہ تمام زبانوں سے اس کا یہ لغوی خاصہ پایا جاتا ہے۔ یہ الف لام اور "ہ" کا مادہ ہے اور مختلف شکلوں میں مشتق ہوا ہے۔ کلدانی اور سریانی کا "الاہیا" عبرانی کا "الوہ" اور عربی کا "الٰہ" اسی سے ہے اور بلاشبہ یہی "الٰہ" ہے جو حرفِ تعریف کے اضافہ کے بعد "اللہ" ہو گیا ہے تعریف نے اسے صرف خالق کائنات کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے (ترجمان القرآن جلد اول تفسیر سورہ فاتحہ)

اللہ کے نام سے خط کو شروع کرنے میں جو حکمت پوشیدہ تھی کہ دعوت اسلام دینے سے پہلے مکتوب الیہا کے ذہن کو اس کی جانب متوجہ کیا جائے جس پر ایمان لانے کی اور جس کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے "اللہ" کے استعمال کے بعد اس کی وضاحت اور اس کے تعارف کی ضرورت نہ تھی اس لیے کہ اس لفظ کے تلفظ کے ساتھ ہی اس کی حاکمیت، خالقیت اور مالکیت کا تصور آ جاتا ہے۔ خط میں خدا کے لیے اسمِ ذات "اللہ" کے علاوہ دو اسماءِ صفاتی الرحمٰن الرحیم بھی استعمال کیے گئے ہیں۔ جو اللہ کی صفتِ رحمت سے مشتق ہیں۔ جب لفظ "اللہ" بولا جاتا ہے تو اگرچہ وہ تمام صفات کا موصوف مراد ہوتا ہے لیکن اس کے تلفظ کے ساتھ خالقیت، مالکیت اور حاکمیت کا جیسا واضح تصور انسانی ذہن میں آتا ہے اس کی "رحمت" کا اتنا واضح اور جامع تصور نہیں پیدا ہوتا اس لیے ضروری تھا کہ اسمِ ذات کے علاوہ کوئی ایسی صفت بیان کر دی جائے جو صرف صفتِ واحد ہی نہ ہو بلکہ جامع جمیع صفات بھی ہوں اور اپنی واحد حیثیت میں بھی سب پر چھائی ہوئی ہو کہ کوئی اس سے باہر نہ رہ جائے اور انسانی ذہن کو فرار کا کوئی موقع نہ ملے اور اس سے انکار کا کوئی پہلو باقی نہ رہے یہ صفت "رحمت" کے سوا اور کیا ہو سکتی تھی۔

ورحمتی وسعت کل شیٍٔ

عربی میں رحمت، عواطفت کی ایسی رقت اور نرمی کو کہتے ہیں جس سے کسی دوسری ہستی کے لیے احسان و شفقت کا ارادہ جوش میں آ جائے پس رحمت میں محبت شفقت، فضل، احسان سب کا مفہوم داخل ہے اور محض محبت، لطف اور فضل سے زیادہ وسیع اور حاوی ہے۔

اگرچہ یہ دونوں اسم (رحمان، رحیم) رحمت سے ہیں۔ لیکن رحمت کے دو مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں۔ عربی میں "فعلان" کا باب (جس میں رحمان ہے) عموماً ایسے صفات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو محض صفاتِ عارضہ ہوتے ہیں۔۔۔ لیکن "فعیل" کے وزن میں (جس سے رحیم ہے) صفاتِ قائمہ ہوتے ہیں۔ پس الرحمان کے معنی یہ ہوتے کہ وہ ذات جس میں رحمت ہے اور الرحیم کے معنی یہ ہوتے کہ وہ ذات جس میں نہ صرف رحمت ہے بلکہ جس سے ہمیشہ رحمت کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور ہر آن و ہر لمحہ تمام کائناتِ خلقت اس سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ (ترجمان القرآن جلد اول)

اب آپ غور فرمائیں کہ اس خط میں اسمِ ذات "اللہ" اس کی صفتی و فعلی دو حیثیتوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کر کے اللہ کی خالقیت، مالکیت اور حاکمیت کے ساتھ محبت و شفقت فضل و احسان، لطف و کرم اور اس کی ربوبیت کا کیسا نقشہ کھینچ دیا ہے انسانی زندگی اور اس کی تمام تر راحتیں، آرائشیں اور نعمتیں کس کی رہینِ منت ہیں؟ اللہ کی صفتِ رحمت کی۔

پس اس خط کا پہلا جملہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) ہی ایک مظاہر پرست ذہن و دماغ کے لیے تازیانہ تھا اور محض عقیدت نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی کوئی زبان اس سے مختصر جامع اور فصیح و بلیغ جملہ پیش نہیں کر سکتی۔

اس روشنی میں جب ہم "واتونی مسلمین" پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعوت اطاعت و اسلام اسلام بمعنی تسلیم و رضا بہ اعتبار لغت، صرف ایک بادشاہ کی جانب سے نہ تھی بلکہ ایک پیغمبر کی جانب سے اللہ پر ایمان لانے اور دینِ الٰہی کے تسلیم و اطاعت کی دعوت تھی اور صاف کہا جا رہا تھا کہ اللہ پر ایمان اور جس کی صفت رحمٰن و رحیم ہے اور میری پیغمبرانہ حیثیت میں اطاعت کرو۔

سیاسی حیثیت

جب ہم اس خط کی سیاسی حیثیت پر غور کرتے ہیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے اور کس طرح چار لفظوں میں ۔۔۔۔ (الا تعلوا علیّ واتونی مسلمین) حاکمانہ و قاہرانہ اقتدار و قوت کا مظاہرہ، تنبیہ و سرزنش، مقابلہ و سرکشی

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مراسلات

حضرت سندھیؒ سے منسوب غلط باتیں

مکرمی! آپ کا خدام الدین اس دور پُرفتن میں جس طرح دین متین بالخصوص عقیدہ ختم نبوت کی خدمت کر رہا ہے اس پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد قبول فرمائیں۔

آپ نے قادیانیت کے خلاف اداریہ لکھنے کا جو سلسلہ شروع فرمایا ہے اس سے آپ کی حضرت امیر شریعت سے رفاقت کا حق ادا ہو رہا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

پچھلے شمارہ میں کتاب ملفوظات و افادات حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں ایک مراسلہ شائع ہوا۔

مکرمی! یہ کتاب میں نے بھی پڑھی ہے جناب پروفیسر محمد سرور مصنف کتاب نے اپنے ذاتی عقاید و خیالات کو حضرت سندھیؒ کی طرف منسوب کیے ہیں اس طرح انہوں نے حضرت کے متوسلین اور مریدین کو گمراہ کرنے کی جسارت بھی کی ہے۔

میں سمجھتا ہوں یہ کتاب کسی سازش کا نتیجہ ہے میرے خیال کی تائید اس کتاب کے وہ ریمارکس کرتے ہیں، جو مسلمانوں کے اجتماعی عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف ہیں۔ اور مزید براں "نور الدین خلیفہ قادیانی کی تعریف وغیرہ" قارئین خدام الدین اور حضرت کے متوسلین سے گذارش ہے کہ حضرت سندھیؒ کاروان حریت کے جرنیل اور مجاہد حق تھے وہ اسلام کے صحیح نمائندہ اور پیروکار تھے۔ ان غلط اور فاسد عقاید کا حضرت والا شان کی ذات گرامی سے کوئی تعلق نہیں۔ کتاب کے مندرجات مصنف کی سراسر زیادتی اور ظلم کا مظہر ہیں جو بظاہر حضرت کا مریدین کر عوام کو ایک عظیم غلطی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے ایسے لوگوں سے اہل اسلام کو بچنا چاہیے اور خبردار رہنا چاہیے۔

اللہ وسایا۔ مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت لائل پور

ادارہ خدام الدین

پروفیسر محمد سرور کی یہ کتاب ہماری نگاہ سے نہیں گذری انشاء اللہ اراکین ادارہ بھی اس کے مطالعہ کی کوشش کریں گے۔ مولانا اللہ وسایا مجلس تحفظ ختم نبوت لائلپور نے کتاب کے جن مندرجات کی نشاندہی کی ہے اس پر پوری تفصیل کے ساتھ خود بھی روشنی ڈالیں اور غلط عقاید کا تجزیہ کر کے صحیح عقائد و نظریات پیش کریں۔ ان کے علاوہ حضرت سندھی کے دیگر تلامذہ اور ان کے افکار و نظریات کے داعی حضرات سے بھی درخواست ہے کہ وہ بھی اس موضوع پر اظہار خیال کر کے صحیح صورت حال واضح فرمائیں۔ (ادارہ)

مولانا قاضی فضل اللہ کے قاتلوں کو سزا دی جائے

مکرمی: جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما مولانا خالقداد ضیاء نے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علماء پر پابندیاں ختم کی جائیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ علماء اہلسنت پر پابندیاں لگا کر مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچایا جاتا ہے اور خاص کر ختم نبوت کے مجاہدوں پر جو پابندیاں لگائی گئی ہیں۔ اور قاضی فضل اللہ مرحوم جو ایک عالم دین تھے اور مدرسہ دارالہدیٰ ٹھیڑی کے مہتمم بھی تھے جن کو ۴ر جون بروز جمعہ ۱۹۷۱ء کو خیرپور جاتے ہوئے صحابہ کے دشمنوں نے بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔ قاتلوں کو گرفتار کرنے کے بعد ابھی تک ان پر کوئی مقدمہ بھی نہیں چلایا جا رہا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے لہٰذا ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ایسے قاتلوں کو عبرتناک سزا دی جائے اور حالات کو زیادہ بگڑنے سے بچائیں تاکہ کسی اور کو بعد میں ایسے قدم اٹھانے کی جرأت نہ ہو۔

خالقداد ضیاء۔ مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم حاجی خواجہ پڑھائی
خانپور روڈ — شکارپور سندھ

انتظامی معائنہ کے صدارتی نمائندہ کی خدمت میں

مکرمی! گذارش ہے کہ پاکستان کے ایک خیرخواہ اور دردمند شہری کی حیثیت سے ملک کے انتظامی معاملات میں چند موجبہ بے قاعدگیوں اور بے اعتدالیوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانے کی معذرت چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ معروضات ذیل پر غور فرما کر مناسب کارروائی کے احکام جاری کرائے جائیں گے۔ ملک و ملت کی فلاح و بہبود کی خاطر فوری توجہ نہایت ضروری ہے۔

۱۔ ملک کے مروجہ قوانین کا احترام بحال کرانے کی غرض سے تمام ضلعی انتظامی افسران کے نام حکم جاری کیا جائے کہ اہلکاروں کو فرائض منصبی کی کماحقہ ادائیگی کی طرف توجہ دلائی جائے۔

۲۔ ملک کے مروجہ سینماٹوگراف ایکٹ کی لائسنس سینما شرائط کی دفعہ نمبر ۱۰ کی رو سے لاؤڈ سپیکر، گراموفون، بینڈ باجہ، ڈھول گھنٹی، ہارن، سیٹی یا سائرن اور آلات موسیقی کے ذریعے فلموں کی تشہیر ممنوع ہے افسوس ہے کہ پورے ملک کے فلمی صنعت کار قانون کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور ستم ظریفی کی حد یہ ہے کہ پاکستان ریڈیو کمرشل سروس خصوصاً فلموں کی تشہیر کے قانون کی دیدہ دانستہ خلاف ورزی میں پیش پیش ہے۔

۳۔ مذکورہ ایکٹ کی دفعہ نمبر ۱۱ کے تحت قابل اعتراض پوسٹروں، اشتہاروں اور عریاں تصاویر کی نمائش بھی ممنوع ہے بلکہ سینما حدود کے اندر بھی فحش تصاویر کی نمائش و آرائش پر پابندی عاید ہے مگر یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قانون کا احترام ہر چھوٹے بڑے شہر و قصبہ میں مجروح ہو رہا ہے۔

۴۔ مغربی پاکستان میونسپل ایڈمنسٹریشن آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۰ء کی آئٹم نمبر ۳۸ کی رو سے عمارات پر پوسٹر و اشتہارات چسپاں کرنا یا دیواروں کو لکھائی کے ذریعے خراب کرنا بھی ممنوع ہے۔ مگر ملک بھر میں سرکاری عمارات اور غیر سرکاری اداروں کی دیواروں پر دیو قامت فلمی پوسٹروں کا پلستر، بجلی کے کھمبوں، دکانوں اور چوراہوں پر فلمی بورڈوں کی آویزش، دیواروں پر رنگ برنگ لکھائی کر کے فلموں کی تشہیر کسی نشاندہی کی محتاج نہیں ہے۔ نوٹیفکیشن ۱۱۹ سٹریٹ رولز مجریہ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۶۲ء مغربی پاکستان میونسپل کمیٹیز زبان حال سے اپنی بے بسی پر ماتم کناں ہے۔

۵۔ ملک میں موجودہ کاغذ کی قلت اور بے حد گرانی اس بات کی مقتضی ہے کہ بڑے بڑے سینما پوسٹروں کی چھپائی اور اشاعت پر فی الفور پابندی عاید کی جائے تاکہ کاغذ ملک کے دوسرے اہم کاموں کے لیے مناسب نرخوں پر دستیاب ہو سکے۔ کاغذ کی کمیابی، نایابی اور گرانی کی وجہ سے بہت سے علمی و ادبی اور تبلیغی و اشاعتی کام بحران کا شکار ہیں۔

۶۔ بلدیاتی اداروں کے اہلکاروں کو ہدایت کی جائے کہ وہ مروجہ محصولات اور ٹیکس باقاعدگی سے وصول کر کے خزانہ سرکار میں داخل کریں۔ عموماً سننے میں آتا ہے کہ تہ بازاری، تخت پوش، کھوکھا ٹیکس، محصول چونگی و دیگر لائسنس ہائے سگریٹ، تمباکو، ماچس، مٹی کا تیل، بناسپتی وغیرہ ٹیکسوں کی ادائیگی میں متعلقہ اہلکاروں کی ملی بھگت سے خزانہ سرکار میں پوری رقم جمع نہیں کرائی جاتی یہ بھی حقیقت ہے کہ اکثر عمارات متعلقہ بلدیاتی اداروں سے باقاعدہ نقشہ پاس کرائے بغیر ہی پایہ تکمیل کو پہنچ جاتی ہیں۔ ملک میں بے شمار ناجائز تجاوزات اور تعمیرات متعلقہ ملازمین کی غفلت اور بے پروائی کی شاہد موجود ہیں۔

۷۔ جائیداد سکنی و زرعی کی خرید و فروخت اور منتقلی کے رجسٹریشن کا عملہ تو رشوت کو فضل ربی سمجھ کر دونوں ہاتھوں سے سمیٹ رہا ہے۔ عدالتوں و کاروباری اداروں میں مبینہ رشوت کی گرم بازاری کو ختم کرنے کے لیے موثر اقدام کی فوری ضرورت ہے۔

۸۔ ریڈیو، ٹرانسسٹرز لائسنس فیس ادا کیے بغیر بے شمار لوگ ہمسایوں کی سمع خراشی اور بے آرامی کا سبب بنے ہوئے ہیں اچانک چھاپہ مار پارٹیوں کے ذریعے گھریلو اور دکانات پر ریڈیو ریکارڈنگ کرنے والوں کا محاسبہ کیا جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف موثر تادیبی کارروائی کی جائے۔

۹۔ بیاہ شادی کی تقریبات میں کئی کئی شب و روز لاؤڈ سپیکر پر بے ہنگم ریکارڈنگ پر بھی مستقل پابندی عاید کی جائے اور قریب جاں بلب بیماروں، طالب علموں اور دیگر عبادت گذار و مشغولوں کی ذہنی کوفت سے بچایا جائے پنج وقتہ نماز کے اوقات میں اذان، نماز اور مساجد کا احترام بحال رکھا جائے۔ ریڈیو نشریات کی ترتیب میں

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

مرزا قادیانی کے قول و فعل میں تضاد کی کہانی

قادیانیوں کی زبانی

پردے کا حکم اور اس کی خلاف ورزی

منظور احمد مدرسہ احیاء العلوم چنیوٹ

قول اول قرآن شریف انجیل کی طرح تمہیں صرف یہ نہیں کہتا کہ نامحرم عورتوں یا ایسیوں کو جو عورتوں کی طرح محل شہوت ہو سکتی ہیں شہوت کی نظر سے مت دیکھو۔ بلکہ اس کی کامل تعلیم کا منشا یہ ہے کہ تو بغیر ضرورت نامحرم کی طرف نظر مت اٹھا نہ شہوت سے اور نہ بغیر شہوت کے، بلکہ چاہیے کہ تو آنکھیں بند کر کے اپنے تئیں ٹھوکر سے بچائے تا تیری پاکیزگی میں کچھ فرق نہ آئے۔ سو تم اپنے مولیٰ کے اس حکم کو خوب یاد رکھو! اور آنکھوں کے زنا سے اپنے تئیں بچاؤ"

(ازالہ اوہام کلاں ص۱۵-۱۶-۱۴۔ خورد ص۱۲)

قول ثانی "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ (مصنف کتاب مرزا بشیر احمد ایم اے پسر آنجہانی قادیانی) سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب نے حضرت مسیح موعود (علیہ ما علیہ) سے عرض کیا کہ میرے ساتھ شفاخانہ میں ایک انگریز لیڈی ڈاکٹر کام کرتی ہے وہ ایک بوڑھی عورت ہے۔ وہ کبھی کبھی میرے ساتھ مصافحہ کرتی ہے اُس کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ تو جائز نہیں آپ کو عذر کر دینا چاہیے کہ ہمارے مذہب میں یہ جائز نہیں"

(سیرت المہدی ص۲۶ ج ۲ روایت (حدیث العیاذ باللہ) ۴۰۱ مصنفہ مرزا بشیر احمد ایم اے

قول ثالث "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عورتوں سے بیعت صرف زبانی لیتے تھے ہاتھ میں ہاتھ نہیں لیتے تھے"

مرزا بشیر احمد ایم اے کا (اس روایت کے بارے میں وضاحت اور) بیان حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے اُن کے ہاتھ کو نہیں چھوتے تھے۔ دراصل قرآن میں یہ جو آتا ہے کہ عورت کو کسی غیر محرم پر اظہار زینت نہیں کرنا چاہیے۔ اسی کے اندر لمس کی ممانعت بھی شامل ہے کیونکہ جسم کے چھونے سے بھی زینت کا اظہار ہوتا ہے"۔ (سیرت المہدی ص۱۵ ج۳ روایت ۷۰۹)

عمل ۱ "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت ام المومنین (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) نے ایک دن سنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ "بھانو" تھی۔ وہ ایک رات جب کہ خوب سردی پڑ رہی تھی حضور کو دبانے بیٹھی چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی اس لیے اسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو میں دبا رہی ہوں وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب نے فرمایا۔ بھانو! آج بڑی سردی ہے"۔ بھانو کہنے لگی۔ "ہاں جی تدے تے تہاڈیاں لتاں لکڑی وانگر ہویاں ہیں" یعنی جی ہاں جبھی تو آپ کی ٹانگیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔

(سیرت المہدی ص۲۱ ج۳ روایت ۷۸۰)

عمل ۲ مائی رسول بی بی صاحبہ بیوہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ مولوی فاضل مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں میں اور "اہلیہ" بابو شاہدین رات کو پہرہ دیتی تھیں اور حضرت صاحب نے فرمایا ہوا تھا کہ اگر میں سوتے میں کوئی بات کیا کروں تو مجھے جگا دینا ــــ ایک دن کا قصہ ہے کہ میں نے آپ کی زبان پر کوئی الفاظ جاری ہوتے سنے اور آپ کو جگا دیا۔ اس وقت رات کے بارہ بجے تھے۔ ان ایام میں پہرہ پر عام طور پر مائی فجو "منشیانی" اہلیہ منشی محمد دین گوجرانوالہ اور "اہلیہ" بابو شاہ دین ہوتی تھیں"۔ (سیرت المہدی ص۲۱۳ ج۳)

عمل ۳ "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب نے کہ مدت کی بات ہے جب میاں ظفر احمد صاحب کپور تھلوی کی پہلی بیوی فوت ہو گئی اور اُن کو دوسری بیوی کی تلاش ہوئی تو ایک دفعہ حضرت صاحب نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر میں دو لڑکیاں رہتی ہیں ان کو میں لاتا ہوں آپ ان کو دیکھ لیں۔ پھر ان میں سے جو آپ کو پسند ہو اس سے آپ کی شادی کر دی جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب گئے اور ان دو لڑکیوں کو بلا کر کمرہ کے باہر کھڑا کر دیا اور پھر اندر آ کر کہا کہ وہ باہر کھڑی ہیں آپ چک کے اندر سے دیکھ لیں۔ چنانچہ میاں ظفر احمد صاحب نے ان کو دیکھ لیا اور پھر حضرت صاحب نے ان کو رخصت کر دیا۔ اور اس کے بعد میاں ظفر احمد صاحب سے پوچھنے لگے کہ اب بتاؤ تمہیں کون سی لڑکی پسند ہے؟ وہ نام تو کسی کا جانتے نہ تھے۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ جس کا منہ لمبا ہے وہ اچھی ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے میری (راوی عبداللہ سنوری) رائے لی میں نے عرض کیا کہ حضور! میں نے تو نہیں دیکھا۔ پھر آپ خود فرمانے لگے کہ ہمارے خیال میں تو دوسری لڑکی بہتر ہے جس کا منہ گول ہے۔ پھر فرمایا جس شخص کا چہرہ لمبا ہوتا ہے وہ بیماری وغیرہ کے بعد بھونڈا بدنما ہو جاتا ہے۔ لیکن گول چہرہ کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔ میاں عبداللہ صاحب (راوی) نے بیان کیا کہ اس وقت حضرت صاحب اور میاں ظفر احمد صاحب اور میرے سوا اور کوئی شخص وہاں نہ تھا۔ اور نیز یہ کہ حضرت صاحب ان لڑکیوں کو کسی احسن طریق (وہ کون سا احسن طریق تھا کیا قادیانی حضرات کچھ بیان فرمائیں گے؟) سے وہاں لائے تھے اور پھر ان کو مناسب طریق پر رخصت کر دیا تھا جس سے ان کو کچھ معلوم نہیں ہوا۔ مگر ان میں سے کسی کے ساتھ میاں ظفر احمد صاحب کا رشتہ نہیں ہوا یہ مدت کی بات ہے"۔

(سیرۃ المہدی ص۲۵۹ ج ۱)

قارئین و ناظرین کرام قول و عمل کے اس تضاد سے خود نتیجہ نکال لیں۔ تبصرہ کی گنجائش نہیں۔

بقیہ: مراسلات

بھی اوقات نماز کو ملحوظ رکھا جائے۔

۱۰۔ کرایہ داری قانون میں منظر ثانی فرما کر غریب مالک مکان کے حقوق کا کچھ تحفظ کیا جائے آج کل کرایہ دار اپنے آپ کو مالک مکان تصور کرنے لگے ہیں کئی کئی ماہ تک نہ کرایہ ادا کرتے ہیں اور نہ کرایہ باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں اگر بہ امر مجبوری کوئی مکان خالی کرانا ہو تو بیدخلی کے لیے دیوانی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے جو ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے ــــ یا ــــ ایک بھاری رقم (رشوت)، بطور پگڑی کرایہ دار کو دے کر مکان یا دوکان خالی کرائی جا سکتی ہے جو ایک غریب مالک مکان کے لیے نہایت ہی پریشان کن مصیبت ہے۔ سرمایہ دار لینڈ لارڈ تو اپنا اثر و رسوخ اور پیسہ خرچ کر کے اپنا مقصد پا لیتا ہے۔

فقیر عبدالواحد بیگ مرحوم مکان نمبر ۲۰
محلہ سادات، دہلی گیٹ ملتان شہر

بقیہ : ماضی کے آئینہ میں

۲- آج کل عربی مدارس کے طلبہ میں یہ وبا عام ہو رہی ہے کہ اپنی کم ہمتی کی وجہ سے پورا علم تو حاصل نہیں کرتے، صرف قرأۃ کی مشق کی اور کسی مسجد کی امامت یا مدرسہ کا اہتمام سنبھال لیا۔ عوام بھی عالم کی بجائے قاری کو پسند کرتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں مساجد کی امامت کے دروازے بھی علماء پر بند ہوتے جا رہے ہیں۔

۳- آج معدودے چند جید علماء کرام موجود ہیں اور جو بھی بڑا عالم اس دارِ فانی سے رحلت فرما جاتا ہے اس کی جگہ بالکل خالی رہتی ہے - اور بعض حالات میں تو ع

"زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

(انوار صحابہؓ ص ۱۴۵)

۴- حکام کے حالات سب کے سامنے ہیں، عیاں را چہ بیاں!

بقیہ :- ایک سفر کے تاثرات

ہے اور لندن کے اصلی باشندہ حکمراں قوم دونوں کے اسکول و کالج ساتھ ہیں۔ اس مخلوط معاشرے کے زیر اثر ہفتہ وار لڑکیوں کے لیے جدید انداز میں تفریحی غسل کرنا ان درس گاہوں میں ضروری ہے اور لڑکوں کے لیے ٹیلیویژن پر اس کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اس تعلیمی تفریحی اختلاط کے جو زہریلے اثرات پیدا ہوں گے ظاہر ہے کہ وہ نہایت ہی شرمناک و دردناک ہوں گے ویسے بھی لندن میں کیا بلکہ تمام انگلستان میں عریانی اور فحاشی کے ہیجان انگیز مظاہر عام ہیں اور جدید نسل کے لیے انتہائی تباہ کن ہیں..... اس لیے اکثر بیانات میں موضوع یہی رہا ہے کہ اسلامی اقدار کو جدید مخلوط تعلیم کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھنا مسلمانوں کے لیے بہر صورت ضروری ہے اور اس کے لیے جو کچھ تدبیریں سمجھ میں آئیں وہ بیان کرتا رہا جو ارباب علم وہاں پہنچ چکے ہیں۔ ان کے لیے رضوان الٰہی اور جنت حاصل کرنے کے بے حد مواقع ہیں۔ اگر وہ تبلیغی مقاصد کے پروگرام کے تحت دینی خدمات انجام دیں اور محض مال و زر کی تحصیل مقصد نہ ہو تو وہ دنیا اور آخرت دونوں کی دولت کما سکتے ہیں۔

بہر حال یہ محسوس ہوا کہ ان بلاد میں تبلیغ دین اور مسلمانوں کو بیدار کرنے کی بڑی شدید ضرورت ہے نیز محسوس ہوا کہ انگلستان کی نئی نسل کو اسلام سے زیادہ عداوت نہیں رہی ہے عقلوں میں پختگی آگئی ہے، نفع و ضرر، خیر و شر کی تمیز کر سکتے ہیں عصبیت کے دبیز پردے بھی ہلکے پڑ گئے ہیں اپنی مسیحیت سے بیزار ہو چکے ہیں۔ مسلمانوں کے ہاتھ اپنے گرجے فروخت کر رہے ہیں اپنے طریقہ زندگی میں سکون قلب کو ترستے ہیں۔ ان حالات میں اگر ان کو اسلام کا نسخہ شفاء اور دوا سکون و طمانیت کو موثر

انداز میں پیش کیا جائے تو بہت جلد قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ اور اس میں تو شک ہے ہی نہیں کہ اہل باطل جتنا اپنے باطل دین سے دور ہوں گے اتنا ہی حق اور اسلام کے قریب آئیں گے۔ افسوس کہ زیادہ قیام کی گنجائش نہیں تھی ورنہ بہت کام ہو سکتا تھا

• ترکی میں قیام

مراجعت پر پیرس، سوئٹزرلینڈ، ترکی میں بھی تھوڑا تھوڑا قیام ہوا آج کے ترکی میں اور آتاترک و عصمت انونو کے ترکی میں زمین و آسمان کا فرق پایا نوجوانوں میں عربی زبان عربی تعلیم کا ذوق بڑھ رہا ہے۔ دینی کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ دینی اور تجارتی کتب خانے بارونق ہیں۔

قدیم و جدید مطبوعات میسر آ رہی ہیں مسجدیں آباد ہو رہی ہیں "شیخ الاسلام" کے عہدے کے لیے ایک پختہ عالم دین علی نکری یا وزر کا انتخاب متوقع ہے یہ انقلاب دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ سابقہ مساجد اور قلمی نوادرات کی ۵ لاکھ علمی کتابوں کے ساتھ ساتھ جدید ترکی کی یہ ترقی مزید حیاتِ بیت کا ذریعہ ہے۔ سرزمین حرمین شریفین پر سفر ختم ہوا۔ ارادہ صرف ایک ہفتہ قیام کا تھا لیکن کسی دینی خدمت کی وجہ سے قیام وہ ہفتہ سے بھی زیادہ ہو گیا۔ اثنا قیام مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحب دامت برکاتہم کی مجالس و صحبت میں حاضری بھی نصیب ہوئی۔ ۱۹ رجون کو یہ سفر ختم ہوا+

بقیہ : اداریہ

اور بنگلہ دیش سے غیر بنگالیوں کے تبادلے کا بھی ایک ساتھ آغاز ہو گا۔ پاک و ہند مذاکرات میں اگرچہ ان ۱۹۵ جنگی قیدیوں کا معاملہ صاف نہیں ہو سکا جن پر ڈھاکہ گورنمنٹ جنگی مجرموں کی حیثیت سے مقدمہ چلانے کا ارادہ رکھتی ہے تاہم اگر دہلی معاہدے پر خوشگوار ماحول میں خلوص نیت سے عملدرآمد ہوا تو ان ۱۹۵ جنگی قیدیوں کا مسئلہ بھی خوش اسلوبی سے حل ہو جانے کی توقع کی جا سکتی ہے بعد ازاں ہمارے سامنے مسلم بنگال سے برادرانہ بنیادوں پر تعلقات استوار کرنے کا مرحلہ بھی آئے گا۔ تاریخ کے اس نازک موڑ پر ملک کے ہر فرد کو اپنی ذمہ داریوں کا پوری طرح احساس کرنا چاہیئے۔ خصوصاً قومی پریس کے لیے ایسے کانٹوں سے دامن بچانا اشد ضروری ہے جن سے پاکستان اور مسلم بنگال کے عوام کی باہمی الفت و محبت کا گلشن مزید زخمی ہو، گلوں سے خون ٹپکے، بہاریں روٹھ جائیں اور نفرت و اختلاف کی خلیج وسیع تر ہوتی رہے جس سے نتیجۃً بنیا سامراج کو مسلم بنگال پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی گرفت مضبوط سے مضبوط تر کرتے رہنے اور اسلامیان بنگال کا استحصال جاری رکھنے کا کھلا موقع مل جائے گا۔ اسلیے آج ہمیں سابقہ غلطیوں کے اعادہ سے اجتناب کر کے ان کے ازالہ کی راہیں تلاش کرنی ہیں تاکہ برصغیر کے دونوں مسلم خطے "پاکستان اور مسلم بنگال" ایک بار پھر متحد و یک جان ہو جائیں۔

بقیہ :- دو باتیں

تمہیں سچا سمجھ رہا ہو اور تم اس سے جھوٹی بات بیان کر رہے ہو۔ اور فرمایا کہ جو شخص کسی جماعت کا امام بنا اور اس نے صرف اپنے لیے دعا کی اور مقتدیوں کو دعا میں شامل نہ کیا تو اس نے خیانت کی اور جس نے بلا اجازت کسی کے گھر میں نظر ڈالی تو اس نے بھی خیانت کی۔ (مشکوٰۃ)

یعنی یہ تمام باتیں امانت داری کے خلاف ہیں، ہر ملک قوم اور خاندان میں عقلمندی، خوش طبعی، چالاکی، دلیری جسمانی قوت، مالداری، ذخیرہ اندوزی وغیرہ تو پائی جاتی ہیں مگر علم حقیقی، شرافت، اخلاق نبویؐ، صداقت، سخاوت، رحم و تسلیم رضا صبر تفویض، توکل، ایثار، امانت داری وغیرہ وغیرہ اوصاف حمیدہ کا حاصل کرنا تو درکنار ان کا سمجھنا بے ضرورت سا ہو گیا ہے +

مرزائیت سے توبہ

میں مسمی غلام رسول ولد محمد سلیمان سکنہ واں بھچراں تحصیل و ضلع میانوالی نے چند ماہ پیشتر مرزائیوں کی چند کتابیں پڑھیں اور کوئی تضاد نہ پاتے ہوئے بیعت فارم پر کر دیا لیکن بڑی کتابیں پڑھنے پہ معلوم ہوا کہ یہ تو قرآن مجید کو بالکل جھٹلاتے ہیں اور ان کا ہر کام اسلام کے خلاف ہے اس لیے میں اپنے کیے پر نادم ہوں اور توبہ کرتا ہوں اور خداوند کریم کے حضور سر بسجود ہو کر اور گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میری اس توبہ کو قبول فرمائے اور تمام مسلمانوں سے میری عرض ہے کہ میری اس توبہ کی قبولیت کے لیے خدا کے حضور دعا کریں۔

خلیق قریشی کے لیے دعائے صحت

پاکستان کے معروف صحافی اور شاعر جناب خلیق قریشی ایڈیٹر روزنامہ عوام لائلپور چند دنوں سے عارضہ قلب میں مبتلا ہو کر ڈسٹرکٹ ہسپتال لائلپور میں زیر علاج ہیں۔ جناب خلیق قریشی کے بلند پایہ نعتیہ کلام سے قارئین خدام الدین مستفید ہوتے رہے ہیں اور انشاء اللہ قریشی صاحب کی صحت یابی کے بعد یہ سلسلہ پھر جاری کیا جائے گا۔ قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ خلوص نیت اور حضور قلب کے ساتھ خلیق قریشی کی جلد صحت کاملہ کے لیے دعا کریں کہ وہ جلد صحت یاب ہو کر ملک و ملت کی فکری و نظری خدمت کا فریضہ انجام دے سکیں۔ (ادارہ)

صوفی عنایت محمد کو صدمہ

حلقۂ احباب میں یہ خبر نہایت صدمہ کے ساتھ سنی جائے گی کہ دار العلوم لائلپور کے ناظم صوفی عنایت محمد صاحب پیپا پرپل ڈپلر لائلپور کے بڑے بھائی حاجی پیر محمد صاحب ۷۲ سال کی عمر میں اچانک دماغ کی شریان پھٹ جانے سے انتقال کر گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حاجی پیر محمد ہوشیارپوری مرحوم چک نمبر ۳۲۲ ج ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور میں مقیم تھے نہایت نیک، پابند صوم صلوٰۃ اور ہر دلعزیز تھے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ

بقیہ: حضرت سلیمانؑ کا خط

کے نتائج اور شہنشاہانہ مطالبہ سے خبردار کر دیا گیا ہے "الا تعلوا علی" یعنی تم کو ایک اطاعت گذار اور فرمانبردار کی حیثیت سے حاضر ہونے کے متعلق میرے حکم سے سرتابی نہیں کرنی چاہیئے اور کسی سرکشی کا خیال تک دل سے نکال دینا چاہیئے ورنہ میں ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ حملہ کر دوں گا اور ایسی سخت گرفت کروں گا۔ کہ پھر اس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ اس لئے اس سے پہلے کہ طبل جنگ بجوا دیا جائے اور فوجوں کو میدان جنگ میں لڑنے کا حکم دیا جائے تم کو اطاعت قبول کر لینی چاہیئے اور ایک فرمانبردار کی حیثیت سے ہمارے حضور میں حاضر ہونا چاہیئے اس میں نہ صرف تمہاری بھلائی ہے بلکہ تمہاری قوم اور ملک کی بھلائی بھی اس میں مضمر ہے

جب ہم اس خط پر سیاسی نقطۂ نظر سے غور کرتے ہیں اور ہمارے سامنے حضرت سلیمانؑ کی حیثیت ایک پیغمبر اور داعی الی الحق کی نہیں بلکہ ایک اولوالعزم شہنشاہ کی ہوتی ہے۔ تو "واتونی مسلمین" کا صرف ایک اور صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے پاس میرے (یعنی ایک شہنشاہ کے) تابعدار بن کر آؤ اور شہنشاہِ وقت کی رسم اطاعت گذاری بجا لاؤ۔

ادبی حیثیت

اس خط کی ادبی حیثیت اور قدر و قیمت کی وضاحت کے لیے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ تاریخ مذاہب عالم، تاریخ ادبیات والسنہ عالم اور تاریخ سیاسیات عالم میں اس قدر مختصر جامع اور فصیح و بلیغ کوئی خط اس سے قبل کا موجود نہیں اس کے ساتھ پرشکوہ انداز بیان، پرشوکت الفاظ، دل نشیں پیرایہ، بے حد لطیف و شیریں طرز ادا کی ادبیات عالم میں کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہ اس خط کا ایک اعجاز ہے "—— اور ادبیات قرآنی کا" ایک نادر نمونہ۔

فاضل اجل مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مرحوم، ماہرین ادبیات کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سبا کو جو خط دعوت اسلام کے لیے بھیجا تھا وہ دنیا کے ان خطوط میں جو آج تک تحریر کیے گئے ہیں یکتا اور بے مثال ہے اور یہ دعویٰ حسن عقیدت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ دعویٰ کی بنیاد اس دلیل پر قائم ہے کہ اس قدر اہم اور نازک مسئلہ پر نہایت مختصر مگر مقصد کے لحاظ سے بہت واضح، فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے نہایت برجستہ انداز بیان اور طرز ادا کے پیش نظر بے حد لطیف و شیریں، پرشوکت اور دل نشیں، غرض مجموعۂ صفات سے متصف کوئی خط کسی بڑے الشان کا کتب تاریخ میں اس کے علاوہ موجود نہیں ہے جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

مضمون خط میں شامل اندازہ ہونے والے انتہائی اختصار کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ربوبیت، خالقیت و مالکیت عام کا اظہار پیغمبرانہ پیغام حق کا اعلان، حاکمانہ و قاہرانہ اقتدار کا مظاہرہ اور اپنا ذاتی تعارف جیسے اہم امور کو جس خوبی سے ادا کیا گیا ہے اس پر یہ مثال صادق آتی ہے گویا دریا کوزہ میں بند ہے

خط کی عبارت کا مطالعہ کیجیئے اور پھر سطور بالا کی خصوصیات اور امتیازات کا اندازہ کیجیئے اور بتایئے کہ مجموعہ الفاظ و معنی کے لحاظ سے یہ خط اعجاز نہیں تو اور کیا ہے؟

جواب خط

مناسب ہوگا کہ اس خط کے جواب کی نسبت بھی چند الفاظ عرض کر دیئے جائیں۔ قرآن نے اس خط کے پہنچنے پر ملکہ سبا کی مشاورت اور سفارت کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس خط کا جواب زبانی یا تحریری دیا گیا تھا جب ہم ملکہ کی اس کے ارکان دولت سے مشاورت اور سفارت و تحائف کی غرض و غایت پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سفارت سے ملکہ کی غرض حضرت سلیمان کے ارادوں اور خواہشات کا پتہ چلانا اور ان کی طاقت و قوت کا اندازہ لگانا تھا۔ قرآن میں ہے:۔

وانی مرسلة الیهم بهدية فناظرة بم يرجع المرسلون (نمل آیت ۳۵)

اور میں ان کی جانب کچھ ہدایات بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لے کر آتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ نے اس خط کے قبول یا رد کا فیصلہ سفارت کی واپسی اور جواب پر منحصر رکھا تھا ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ملکہ نے نہ تو صاف الفاظ میں اپنی اطاعت گذاری کا جواب دیا ہوگا نہ اس سے انکار کیا ہوگا۔ ذومعنی اور مبہم پیرایہ میں جواب دیا ہوگا۔ صاف اور واضح الفاظ میں جواب دینا خلاف مصلحت تھا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا جواب سیاسی قسم کا ہوگا جس کی کوئی قطعی اور صحیح تعبیر نہیں کی جا سکتی اور جس کا مقصد ہی مخاطب کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا ہوتا ہے لیکن ترگوم میں جو توراۃ و تلمیم کا آرامی مفصل ترجمہ یا تفسیر ہے اس خط کا جواب موجود ہے ملکہ نے خط کے جواب میں لکھا تھا۔

اگرچہ قیطور اور یروشلم کے درمیان عموماً سات برس کا راستہ ہے تاہم وہ تین برس میں وہاں پہنچے گی۔

لیکن اس کو ملکہ کی جانب سے جواب تسلیم کرنے میں کئی چیزیں مانع ہیں۔

پہلی چیز تو یہ صاف اور واضح ہے کہ یہ جواب ملکہ کے الفاظ میں نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے راوی کے الفاظ میں اس جواب کا آخری جملہ "تاہم وہ تین برس میں وہاں پہنچے گی"۔ یہ اس کے اپنے الفاظ نہیں ہیں۔ اس لیے یہ جواب خود بخود خارج از بحث ہو جاتا ہے پھر یہ الفاظ توراۃ و تلمیم کے بھی نہیں بلکہ ان کی آرامی تفسیر کے ہیں۔ یہ دوسری وجہ ناقابل یقین و خارج از بحث قرار دینے کے لیے کافی ہے۔

لیکن اس کے علاوہ بھی اس جواب میں کئی باتیں ایسی ہیں جن کی بنا پر اس کو صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

۱۔ تحقیقات سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ ملکہ سبا قیطور کی شہزادی نہ تھی اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔

۲۔ بالفرض اسے قیطور کی شہزادی تسلیم کر لیا جائے تو وہاں سے یروشلم کی مسافت نہ سات برس کی ہے اور نہ تین برس کی۔

۳۔ ملکہ سبا کو عرب کے شمال و مشرق کی نسبت اور عراق و یمن کے کسی حصے کی ملکہ تسلیم کر لیا جائے کسی حصہ سے بھی یروشلم کی مسافت اتنی نہیں کہ اس زمانہ کی تیز رفتار سواری (اونٹ یا گھوڑا وغیرہ) سے اور قرآن کی روشنی میں تو ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی صحت کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا ایسی صورت میں مکتوب سلیمانی کے جواب کو ہم اپنی بحث سے خارج کرتے ہیں۔

بقیہ
قاضی عبدالرشید شہید خوشنولیں

قریب پہنچ چکے تھے۔ جنازہ، قبرستان میں مرحوم کے حوالے کیا گیا قبر پہلے سے تیار تھی۔ عاشق رسول عبدالرشید کو ان کی ابدی خوابگاہ کی نذر کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی حقیقت کا شعور نہیں۔ بعد میں کئی مسلمان جنازہ کا جلوس نکالنے کے جرم میں گرفتار و سزایاب ہوئے۔ غازی انوار الحق کو دو سال قید سخت کی سزا ہوئی تھی۔

مرکزی وزارت حج و اوقاف نے معلموں کی منظوری دیدی

مرکزی وزارت اطلاعات و نشریات، حج و اوقاف نے اس سال حج کے لیے معلموں اور وزراؤں کی فہرست کی منظوری دے دی ہے اس کا اعلان سرکاری طور پر آج یہاں کیا گیا ان کے نام حسب ذیل ہیں معلم احمد عمر مصری، سید احمد شیخ، معتوف قصاص، جمیل فوخیر، عبداللہ میر عالم، عبدالرحمان بنون، امین شیق، محمد ہاشم سندھی، جمیل یوسف علوانی، شاکر سکندر، سید علی مرزوقی، محمد عمر سباغ، عمر اکبر، سید ہاشم کتبی، سید عبدالکریم نوری، یحییٰ سقوات، مہدی معتزل، عبداللہ شرح، حسن مفتی، عبدالشکور یمینی، ابراہیم حبیب اللہ، عبدالقادر ابن عرب، سعید الرحمٰن مکی، امین عرب حسینی علی محمود، فیض بادشاہ، سراج متاس، فوزا در، سید حمید رالحیا رتی، حمزہ ظلیلی، زین العابدین، سید عمر کاتب، حمزہ دردری، زین العابدین حماد، مساۃ ثوایا۔ جب کہ وزیر اطلاعات و نشریات کی طرف سے پہلے ہی اعلان کیا جا چکا ہے کہ اب عازمین حج کی اپنی مرضی ہے کہ وہ اس فہرست میں سے کسکو منتخب کرتے ہیں۔

مسجد کی اہمیت

ڈاکٹر سید محمد صدیق سندیلوی ہیڈ ماسٹر مدرسہ جامعہ عربیہ اسلامیہ تعلیم القرآن

مسجد کے معنی ہیں "سجدہ کرنے کی جگہ" یہ چیز اس مفہوم کی وضاحت کرتی ہے کہ "مسجد" اللہ کے حضور میں سر نیاز خم کرنے اس کے سامنے اپنی عاجزی و بے بسی کے اظہار اور اس سے استمداد و استعانت کی جگہ ہے۔

یوں تو ابتدائے آفرینش سے ہی دنیا میں نبی اور رسول آتے رہے ہیں اور سب نے گم کردہ راہ لوگوں کو خدائے واحد کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری کی طرف بلایا۔ سب نے لوگوں کو خدا کی عبادت کے طریقے بتائے لیکن اس امر کا صاف صاف اور واضح پتہ نہیں چلتا۔ کہ انہوں نے کوئی عبادت خانہ بھی قائم کیا یا نہیں —— جہاں تک تاریخ ہماری رہنمائی کرتی ہے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد کی عبادت کے لیے خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالی۔ اسی کے متعلق علامہ اقبال نے بھی کہا ہے ؎

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ کو وادی مکہ میں آباد کیا تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالی اور دونوں باپ بیٹوں نے مل کر تعمیر کعبہ کی تکمیل کی۔ اس کے بعد جس مسجد کا پتہ چلتا ہے وہ مسجد اقصیٰ ہے جسے عام روایت کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ مذکورہ بالا دونوں عبادت خانوں کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔

مسجد حرام یا کعبہ کو ہمیشہ سے عربوں کی مرکزیت حاصل رہی ہے۔ عہد اسلام سے قبل وہ یہیں مناسک حج ادا کرتے اور اسی کے متصل حجرات میں کمیٹیاں قائم کرتے اور اپنے قضیات کے تصفیے کرتے۔ اس سے یہ امر ترشح ہوتا ہے کہ کعبہ ایک عبادت گاہ ہی نہ تھا بلکہ دنیاوی معاملات پر غور و فکر کرنے اور مشکل گتھیاں سلجھانے کا مقام بھی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کے بعد بھی کعبہ کی مرکزیت کا یہی حال رہا۔ لیکن اب وہی کعبہ جو خدائے واحد کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا بے شمار دیوی اور دیوتاؤں سے بھر گیا تھا۔ مسلمان جو بت پرستی سے بیزار اور خدا کی وحدت کے علمبردار تھے کعبہ میں نماز ادا کرنے کے مجاز نہ تھے۔ اگر کوئی مسلمان اس کی ہمت کرتا تو اس کو بے حد زد و کوب کیا جاتا تھا۔ البتہ حضرت عمرؓ جب اسلام لائے تو مسلمانوں کی ایک جماعت نے ان کی ہمراہی میں کعبہ میں نماز ادا کی۔

جب مکہ کے بت پرست کافروں کی اذیت رسانی بڑھی اور مسلمانوں کے لیے مکہ میں رہ کر فرائض مذہبی کی بجا آوری نیز تبلیغ اسلام ناممکن ہو گئی تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے تمام مسلمان اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑ کر مدینہ تشریف لے گئے۔ تاریخ میں اس واقعہ کو "ہجرت" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مدینہ پہنچنے سے قبل آپؐ کا قیام اول "قبا" نامی مقام پر ہوا۔ آپؐ نے یہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی تاکہ مسلمانوں کے لیے ایک مرکز متعین ہو جائے جہاں وہ فرائض مذہبی کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ دنیاوی امور پر بھی غور و فکر اور مشورہ کر سکیں۔ اس سے مسجد کی اہمیت اور اس کی ضرورت پر روشنی پڑتی ہے۔

مدینہ پہنچ کر بھی آپؐ نے سب سے پہلے تعمیر مسجد کی طرف توجہ دی اور تعمیر مسجد میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ صحابہؓ کے ساتھ ساتھ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کرتے تھے۔ اب مسجد نبوی نے مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی مرکز کی حیثیت اختیار کر لی۔ یہاں مسلمان فریضہ نماز کے لیے پنجوقتہ جمع ہوتے اور اہم معاملات میں مشورہ کرتے۔

غزوۂ بدر، غزوۂ احزاب اور دیگر اہم جنگوں کے متعلق صلاح و مشورے اسی مسجد نبوی میں کیے گئے۔ مسجد نبوی ہی وہ مرکز تھا جہاں جمع ہوتے اور صحبت رسولؐ سے فیضیاب ہوتے۔ یہیں سے مال غنیمت، خراج، زکوٰۃ، جزیہ اور دیگر آمدنیاں آپس میں تقسیم ہوتیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی مسجد کو مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی زندگی میں اہم مقام حاصل رہا۔ مدعیان نبوت کی سرکوبی، منکرین زکوٰۃ کی سزا اور مرتدین کے خاتمہ کی تمام تدابیر مسجد میں ہی بیٹھ کر سوچی گئیں۔ یہیں پر فتح ایران و شام و مصر و عراق وغیرہ کے مشورے ہوئے اور اس کے لیے لائحہ عمل مرتب کیا گیا۔ مسجد میں فوج کی تنظیم اور سپہ سالار کے تقرر کے بارے میں سوچا گیا اور پھر ان پر عمل کیا گیا۔ خلیفۂ وقت اکثر و بیشتر سب مسجد میں موجود رہتے۔ اسلامی فتوحات کے منصوبے بنتے، میدان جنگ میں لڑنے والی فوج کو نقشۂ جنگ مرتب کر کے روانہ کیے جاتے۔ جب کوئی قاصد کوئی اہم خبر لے کر آتا اور لوگوں کو اطلاع دینی مقصود ہوتی تو مؤذن اذان دیتا اور تمام لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے۔ اس کے بعد خلیفۂ وقت منبر پر کھڑا ہو کر حمد و صلوٰۃ کے بعد لوگوں کو وہ اہم بات بتاتا۔ غرض ابتدائی دور سے ہی مسجد کو مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی زندگی میں اہم مقام حاصل رہا ہے۔ یہاں مسلمانوں کو نہ صرف مذہبی طور پر پختہ و مضبوط بنایا جاتا بلکہ دنیاوی طور پر بھی عمدہ تربیت دی جاتی تھی۔ مرکز خلافت سے قطع نظر کر کے جب ہم صوبہ جات کی طرف نظر کرتے ہیں۔ تو وہاں بھی مسجد کو نمایاں حیثیت کا مالک پاتے ہیں۔ ہر صوبہ کے صدر مقام پر ایک جامع مسجد ہوتی۔ جس میں امامت کے فرائض گورنر انجام دیتا۔ یہیں پر وہ خلیفہ کے احکام و فرمان لوگوں کو سناتا اور ان کی باتوں پر غور کرتا تھا۔ ہر شہر اور ہر قریہ میں مسجد تھی۔ اور ہر شہر و قریہ کے لوگوں کے مابین دوستی و اتحاد اور اخوت و محبت کا ایک ذریعہ تھی۔

موجودہ زمانے میں بھی ہر مسلم آبادی میں مسجد ملتی ہیں۔ گو اب مسلمانوں نے مسجد کو پہلے جیسی اہمیت دینے سے پہلو تہی اختیار کر لی ہے۔ تاہم روزانہ پانچ وقت فریضۂ نماز کی ادائیگی کے لیے وقت مقررہ پر مسجد میں جمع ہونا انہیں ادائیگی فرض کا احساس پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو عملی زندگی میں متحد و منظم ہو کر شاد کام و بامراد ہونے کا سبق بھی دیتا ہے۔ روزانہ مسجد میں لوگ جمع ہونے سے ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف ہو جاتے ہیں، ان میں میل و محبت اور اتفاق و اتحاد پیدا ہوتا ہے وہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں اور زندگی کی حقیقی مسرتوں سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔

اس سے ذرا آگے بڑھ کر سال میں دو مرتبہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر تمام شہر اور تمام بستیوں کے لوگ عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں یہ بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ اس سے لوگوں میں اسلامی روح بیدار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے ملنے اور متعارف ہونے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ لوگوں کا دائرہ تعارف وسیع سے وسیع تر ہو جاتا ہے اور باہمی میل ملاپ اور دوستی و محبت

([illegible])

میں بے حد اضافہ ہوتا ہے۔

پھر سال میں ایک مرتبہ تمام دنیا کے مسلمان مسجدِ اوّل (خانہ کعبہ) میں اللہ کے حضور میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اس وقت ساری دنیا کے مسلمان عملی طور پر ایک ہی قوم کے افراد کی حیثیت سے یکجا دکھائی دیتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کا جیتا جاگتا نقشہ دنیا والوں کے سامنے پیش ہو جاتا ہے اس وقت ان کے دل میں حقیقتہً ایک دوسرے کی طرف سے کوئی میل یا کھوٹ نہیں ہوتا۔

اگر ساری دنیا کے مسلمان اسی بھائی چارگی، اتحاد و اتفاق اور محبت و دوستی کو اپنا شعار بنا لیں تو دنیا کے مصائب اور اس کی پریشانیوں پر قابو پایا جا سکتا ہے اور دورِ حاضرہ میں انسان جس بے چینی اور پریشان حالی کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے اس کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

مندرجہ بالا نکات کے پیشِ نظر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں مسجد صرف ایک عبادت خانہ کا نام نہیں بلکہ یہ مسلمانوں کی دینی و دنیاوی زندگی کا مرکز ہے اور یہیں وہ یکسوئی کے ساتھ اپنے مسائل پر غور و فکر کر کے ان کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہم دورِ حاضرہ میں مسجد کو اس کا جائز حق نہیں دیتے۔ جس طرح عہدِ وسطیٰ میں مساجد سے دارالعلوم اور مدارس کا کام لیا جاتا تھا اور وہاں سے بڑے بڑے علماء و فضلاء آسمانِ علم کے درخشندہ ستارے بن کر نکلتے تھے۔ اب مسجدوں سے وہ کام نہیں لیا جاتا ہم نے ہر گلی و کوچہ میں بے شمار مساجد تو ضرور تعمیر کر لی ہیں مگر وہاں حاضر بہت کم ہوتے ہیں۔ نماز کے وقت ہماری بہت ہی قلیل تعداد جو الشاذ کالمعدوم کا نمونہ ہوتی ہے وہاں نظر آتی ہے۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

ہم مسجد میں اگر جاتے بھی ہیں تو صرف نماز ادا کرنے کے لیے جاتے ہیں نہ تو ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور نہ ہی ایک دوسرے کے مسائل اور زندگی کے دوسرے معاملات کو سمجھتے ہیں۔ ع

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مسجدوں کو آباد کریں۔ نماز کے وقت زیادہ سے زیادہ تعداد میں وہاں حاضر ہو کر فریضۂ نماز ادا کریں اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک دوسرے سے تعارف حاصل کر کے عملی زندگی میں باہم ممد و معاون بنیں اور اس طرح زندگی کی حقیقی مسرتوں سے لطف اندوز ہوں — و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اخلاص

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا ہے جب میں مکہ معظمہ میں تھا ایک حجام ایک خواجہ کی حجامت بنا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ کیا میرے بال بھی خدا کے لیے کاٹ دو گے؟ اس نے کہا "ہاں"۔

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ ابھی تک اس خواجہ کی حجامت پوری نہ ہوئی تھی کہ حجام نے اس سے کہا "آپ اٹھ جائیے کیونکہ جب خدا کا نام درمیان میں آ گیا میں نے سب کچھ پا لیا"

پھر مجھ کو بٹھایا، میرے سر کو بوسہ دیا اور میرے بال مونڈ دیے۔ اس کے بعد مجھے ایک کاغذ دیا جس میں ریزگاری تھی اور مجھ سے کہا "اس کو اپنی ضرورت پر خرچ کرنا"۔ میں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو نیت کی کہ اوّل جو کشائش مجھے نصیب ہوگی تو میں اس شخص کے ساتھ مروّت کروں گا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ لوگوں نے مجھے بصرہ سے اشرفیوں کی ایک تھیلی بھیجی۔ یہ تھیلی لے کر میں اس حجام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے تھیلی اسے دی تو اس نے کہا "یہ کیا ہے؟" میں نے کہا "میری نیت یہ تھی کہ جو مجھے اوّل کشائش ملے گی وہ میں تجھے دوں گا"۔ یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا:-

"تجھے خدا سے شرم نہیں آتی؟ تم نے مجھے کہا تھا کہ خدا کے لیے میری حجامت بنا دے اور اب یہ کیا لے کر آیا ہے؟ بھلا تو نے کہیں یہ دیکھا ہے کہ کوئی شخص خدا کے لیے کام کرے اور عوضانہ طلب کرے"۔